آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ✤ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۳ بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۰۴ء نمبر ۵

فہرست مضامین

قادیان ضلع گورداسپور ۲۰ مئی سنہ ۱۹۰۴ء کو شائع ہوا - چندہ سالانہ اردو پرچہ .... عہ

"تفسیر سورۂ جمعہ"

نورِ فرقان ہے جو سب نوروں سے اجلا نکلا ✤ پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

یا الٰہی تیرا فرقان ہے کہ اک عالم ہے ✤ جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

سب جہان چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں ✤ مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ ✤ وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

اعلان

مجھے اس رسالہ کے متعلق کچھ کہنے کی خصوصاً احمدی جماعت کو ترغیب خریداری کے لئے مطلق ضرورت نہیں کیونکہ وہ محض بفضل خداوند کریم و بطفیل سیدنا جناب حضرت مسیح موعود نورٌ من اللہ الاحد والصمد قرآن کریم کی عظمت اور اسکو سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت اور فائدے کو ایک حد تک بخوبی سمجھنے لگی ہے مجھے انکی خدمت میں صرف اتنا ہی عرض کر دینا ہے کہ اول تو یہ کلام پاک حضرت خداوند احدیت ہے۔ دوئم اسکا مفسر اپنے پایہ کا وہ بینظیر شخص ہے جسکی علمی قابلیت عملی خصوصیت۔ احمدی جماعت کے علاوہ مخالف ہندوستان میں بلکہ اکثر بلاد غیر میں بھی مسلم ہے۔ سوئم یہ سورۃ پاک جسکی تفسیر کا اعلان آپکے روبرو ہے۔ کلام خداوند کریم۔ الرحمٰن۔ الرحیم کا وہ عجیب و غریب حصہ ہے جسکا پڑھنا۔ سمجھنا۔ سمجھانا ہر ایک مومن کی زندگی کا پہلا فرض معلوم ہوتا ہے خود مفسر موصوف (خدا کی لاکھ لاکھ رحمتیں انکے شامل حال ہوں) نے اس سورۃ مبارک کی تفسیر کرتے ہوئے بڑے درد دل سے جو کچھ فرمایا ہے وہ آپ تفسیر میں ہی ملاحظہ فرماوینگے۔ اسکے بعد خدا تعالےٰ کے فضل سے اگر آپکا دل رقت اور جوش سے گواہی دے اٹھے اور اس بات کی ضرورت محسوس ہو کہ اسکی اشاعت کی ملک میں بیحد ضرورت ہے تو آپکا یہ سب سے اہم فرض ہونا چاہیے کہ جس طرح آپسے ہو سکے خواہ خود خرید کر خواہ ترغیب دیکر خواہ اعلان کر کے اپنے تمام دوستوں ملاقاتیوں۔ رشتہ داروں۔ عزیزوں وغیرہ کے ہاتھ اسکی ایک ایک کاپی پہنچاویں۔ والسلام۔ وما علینا الا البلاغ۔

قیمت بلحاظ تعداد حسب ذیل ہے

ایک جلد ۴؍ ...... ایک جلد کے خریدار کو معہ محصولڈاک وغیرہ ۵؍ کے ٹکٹوں کے ذریعہ لفافہ میں بند کر کے بھیجنی چاہئیں۔

پانچ جلد عہ؍ بذریعہ ویلیو پے ایبل پارسل روانہ ہونگی۔

دس جلد عا؍ " " "

پچیس جلد للعہ؍ " " "

درخواستیں پتہ ذیل پر آنی چاہئیں

حکیم محمد حسین قریشی۔ کارخانہ رفیق الصحت حویلی کابلی مل لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

نجات کیلئے کس قسم کی قربانی کی ضرورت ہے

اس عنوان کے ماتحت ہم یہ بحث کرین گے کہ اسلام انسان کی نجات کے لئے اُس سے کس قسم کی قربانی چاہتا ہے۔ اور آیا اسکے سوائے کسی اور مذہب نے بھی کوئی ایسی قربانی پیش کی ہے جو ذریعہ نجات ہو سکے۔ ظاہری قربانیان جو اسلام مین کی جاتی ہین وہ خدا تعالےٰ کے حکم کی فرمانبرداری ہین اور اس کا قرب حاصل کرنیکے لئے کی جاتی ہین۔ اسلام کی قربانی حضرت ابراہیمؑ کی اس عظیم الشان قربانی کی یادگار ہے جو اس نے حکم الٰہی کی فرمانبرداری مین کرکے دکھائی اور قربانی کرنیوالے کے عمل کا اصل منشاء یہ ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کے احکام کی فرمانبرداری مین ہر ایک چیز کو ابراہیم کی طرح قربان کرنیکو تیار ہے اور بکلی اللہ تعالےٰ کی رضا کے نیچے ہو کر چلتا ہے چنانچہ قرآن شریف مین قربانیون کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ان کا گوشت پوست یا خون خدا کو نہین پہنچتا بلکہ اصل چیز جو اللہ تعالیٰ کی نظر مین منظور ہے۔ وہ تمہارا تقوےٰ ہے۔ قربانی کے لئے جو الفاظ عربی زبان مین استعمال کئے جاتے ہین وہ خود اس امر پر بطور دلیل کے ہین کہ قربانی کا مفہوم اسلام مین دوہرا ہے۔ یعنی ایک تو وہ قربانی جو بطور خدا تعالیٰ کی عبادت کے کیجاتی ہے اور دوسرا روح کی سچی فرمانبرداری جو قربانی کا اصل منشاء ہے۔ چنانچہ لفظ قربان قرب سے مشتق ہے جس کا منشاء یہ ہے کہ جو انسان قربانی کو اخلاص اور خدا پرستی اور ایمانداری سے کرتا ہے اسکے لئے قربانی خدا تعالےٰ کے قرب اور ملاقات کا موجب ہوتی ہے اسی طرح پر قربانی کو نسیکہ بھی کہا گیا ہے جو نسک سے مشتق ہے جسکے اصل معنے عربی زبان مین طاعت اور عبادت ہین پس یہ اشتراک معنی کہ قربانی کے الفاظ کا لغوی مفہوم طاعت اور عبادت اور قرب الٰہی ہے قطعی طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سچا عابد فی الحقیقت وہ ہے جو اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے اور اس کی راہ مین اپنے نفس کو اپنے تمام محبوبات کو اور اپنی خواہشات کو قربان کر دیتا ہے۔ اور جس کی

نفسانی خواہشین ایسی مرجاتی ہین کہ گویا بالکل نیست ونابود ہوجاتی ہین جو شخص ان دو مشترک مفہومون
پر غور اور تدبر کریگا وہ آسانی سے اس بات کو معلوم کرلیگا کہ اسلام مین قربانی کا مغز اللہ تعالے کی عبادت
اور اطاعت ہے اور حقیقی عبادت ایک قربانی چاہتی ہے یعنی نفس امارہ کا ذبح کرنا انسان کو خدا سے
دور کرتا ہے اور خدا تعالے کے تعلق کے سوا باقی تمام تعلقات کا توڑ ڈالنا - اور خدا کی راہ مین ہر طرح کے
مصائب وشدائد برداشت کرنا - جبتک انسان قربانی نہین کرتا وہ خدا کا حقیقی عابد نہین کہلا سکتا اور
اسوقت تک غفلت کی موت سے نجات نہین پاتا یہی لفظ اسلام کا مفہوم بھی ہے یعنی خدا تعالے کی مرضی کے
پورے طور پر تابع ہوجانا جسکے لئے ضرورت ہے خدا کے ماسوا کی قربانی کی حقیقی مسلم وہ ہے جو کامل
طور پر خدا کے تابع ہوکر چلتا ہے اور جسکے شہوات اور خواہشات پر موت وارد ہوچکتی ہے - حاصل کلام
اسلام مین قربانی نفس کی قربانی کا ایک ظاہری نشان ہے اور اس مقصود کے لئے بطور یاددہانی کے
ہے اور اس مقام کے حاصل کرنیکے لئے بطور ترغیب کے ہے اور اس حقیقت کے لئے جو سلوک تام
کے بعد حاصل ہوتی ہے ایک ارہاص ہے +

یہ وہ قربانی ہے جو اسلام انسان سے اُس کی نجات کے لئے چاہتا ہے - اسلام کی تعلیم
یہ ہے کہ ہم سچی پاکیزگی حاصل کرنیکے لئے اپنے وجود کی پاک قربانی پیش کرین جو اخلاص کے پانیون
سے دھوئی ہوئی اور صدق اور صبر کی آگ سے صاف کی ہوئی ہے جیساکہ وہ فرماتا ہے - بلیٰ
من اسلم وجہہ للّٰہ وہو محسن فلہٗ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون + یعنی جو شخص اپنے
وجود کو خدا کے آگے رکھدے اور اپنی زندگی اس کی راہون مین وقف کرے اور نیکی کرنے مین سرگرم
ہو سو وہ سرچشمہ قرب الٰہی سے اپنا اجر پائے گا - اور ان لوگون پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم یعنی جو
شخص اپنے تمام قوے کو خدا کی راہ مین لگادے اور خالص خدا کے لئے اسکا قول اور فعل اور حرکت
اور سکون اور تمام زندگی ہوجائے - اور حقیقی نیکی کے بجالانے مین سرگرم رہے سو اسکو خدا اپنے
پاس سے اجر دے گا اور خوف وحزن سے نجات بخشیگا - یاد رہے کہ یہی اسلام کا لفظ اسجگہ بیان
ہوا ہے دوسرے لفظون مین قرآن شریف مین اس کا نام استقامت رکھا ہے جیساکہ وہ یہ دعا
سکھلاتا ہے اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم یعنی ہمین استقامت کی راہ پر قائم کر ان
لوگون کی راہ جنہون نے تجھ سے انعام پایا اور جن پر آسمانی دروازے کھلے - واضح رہے کہ ہر ایک
چیز کی وضع استقامت اس کی علت غائی پر نظر کرکے سمجھی جاتی ہے - اور انسان کے وجود کی علت غائی
یہ ہے کہ نوع انسان خدا کے لئے پیدا کی گئی ہے - پس انسانی وضع استقامت یہ ہے کہ جیساکہ وہ
اطاعت ابدی کے لئے پیدا کیا گیا ہے ایسا ہی درحقیقت خدا کے لئے ہوجائے اور جب وہ تمام اپنے
قوے سے خدا کے لئے ہوجائے گا تو بلاشبہ اسپر انعام نازل ہوگا جسکو دوسرے لفظون مین پاک زندگی کہہ

سکتے ہین - جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ جب آفتاب کیطرف کی کھڑکی کھول جلئے تو آفتاب کی شعاعین ضرور
کھڑکی کے اندر آجاتی ہین ایسا ہی جب انسان خدا تعالی کی طرف بالکل سیدھا ہو جاتے اور اس مین
اور خدا تعالی مین کچھ حجاب نہ رہے تب فی الفور ایک نورانی شعلہ اسپر نازل ہوتا ہے اور اسکو منور
کر دیتا ہے اور اس کی تمام اندرونی غلاظت دھو دیتا ہے تب وہ ایک نیا انسان ہو جاتا ہے اور ایک
بھاری تبدیلی اسکے اندر پیدا ہوتی ہے تب کہا جاتا ہے کہ اس شخص کو پاک زندگی حاصل ہوئی - اس
پاک زندگی کے پانے کا مقام یہی دنیا ہے اسی کی طرف اللہ جلشانہ اس آیت مین اشارہ فرماتا ہے -
من کان فی ہذہٖ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی واضل سبیلا - یعنے جو شخص اس جہان مین اندھا رہا اور خدا کے
دیکھنے کا اسکو نور نہ ملا وہ اس جہان مین بھی اندھا ہی ہوگا - غرض خدا کے دیکھنے کے لئے انسان اسی
دنیا سے حواس لیجاتا ہے - جسکو اس دنیا مین یہ حواس حاصل نہین ہوئے اور اسکا ایمان محض قصوں
اور کہانیون تک محدود رہا - وہ ہمیشہ کی تاریکی مین پڑے گا - غرض خدا تعالے نے پاک زندگی اور حقیقی
نجات حاصل کرنیکے لئے ہمین سکھلایا ہے کہ ہم بالکل خدا کے ہو جاوین اور سچی وفاداری کے ساتھ
اسکے آستانہ پر گرین اور اس بدذاتی سے اپنے تئین الگ رکھین کہ مخلوق کو خدا ٹھہرانے لگین اگرچہ مارے
جائین ٹکڑے ٹکڑے کئے جائین آگ مین جلائے جائین اور خدا کی ہستی پر اپنے خون سے مہر لگائین
اسی وجہ سے خدا نے ہمارے دین کا نام اسلام رکھا تا یہ اشارہ ہو کہ ہمنے خدا کے آگے سر رکھدیا ہے -

اس تمام تحقیق سے یہ معلوم ہو گیا کہ قرآن کریم نجات کے لئے انسان سے کس قسم کی قربانی چاہتا
ہے اسکے خلاف عیسائی ایک اور قسم کی قربانی پیش کرتے ہین جسے وہ انسان کی نجات کے لئے ضروری
سمجھتے ہین - عیسائی عقیدہ کے مطابق انسان کی نجات اس امر پر موقوف نہین ہے - کہ وہ اپنی وجود کی
قربانی کرے یا دوسرے لفظون مین پورے طور پر اللہ تعالی کی مرضی کے تابع ہو کر ... اس کی راہون مین
چلے بلکہ انکے عقیدہ کی رو سے انسانون کی نجات یسوع کی قربانی سے ہوئی جسکے متعلق وہ یہ فرض کرتے
ہین کہ وہ تمام دنیا کے گناہ اٹھا کر لے گیا گویا خدا نے اپنا اکلوتا بیٹا گنہ گارون کی قربان کر دیا اور اس قربانی
کی قدر انکے نزدیک اور بھی بڑھ جاتی ہے جب اس امر کو مد نظر رکھا جائے کہ خدا کے ہان یہ ایک ہی بیٹا تھا -
عیسائی عقیدہ مین خدا کی محبت کی جو اسے انسان سے ہے یہ اعلے سے اعلے تجلی ہو کہ اپنے بیٹے کو
قربان کر کے گنہ گارون کو نجات دیدی اور صرف یہی ایک ذریعہ نجات کا ہے - اسلئے اب ہمین ان دونون
قسم کی قربانیون کا مقابلہ کر کے یہ دیکھنا ہے کہ ان مین سے واقعی اور سچی قربانی جسکا لازمی اور قدرتی نتیجہ
نجات ہو کونسی ہے - اسلئے ہم پہلے یہ دیکھین گے کہ گناہ کیا چیز ہے اور اسکا علاج کیا ہے یعنی کیونکر
انسان ایک پاکیزہ زندگی حاصل کر سکتا ہے جسے انسان کی نجات سمجھنا چاہئے - گناہ درحقیقت ایک
ایک ایسا زہر ہے جو اسوقت پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان خدا کی اطاعت اور پر جوش محبت اور محبانہ یاد

الٰہی سے محروم اور بے نصیب ہو اور جیسا کہ ایک درخت جب زمین سے اکھڑ جائے اور پانی چوسنے کے قابل نہ رہے تو وہ دن بدن خشک ہونے لگتا ہے اور اس کی تمام سرسبزی برباد ہو جاتی ہے یہی حال اُس انسان کا ہوتا ہے جسکا دل خدا کی محبت سے اکھڑا ہوا ہوتا ہے بس خشکی کی طرح گناہ اُسپر غلبہ کرتا ہے سو اس خشکی کا علاج خدا کے قانون قدرت میں تین طور سے ہے (۱) ایک محبت (۲) استغفار جسکے معنے ہیں دبانے اور ڈھانکنے کی خواہش کیونکہ جب تک مٹی میں درخت کی جڑ جمی رہے تب تک وہ سرسبزی کا امیدوار ہوتا ہے (۳) تیسرا علاج توبہ ہے یعنے زندگی کا پانی کھینچنے کے لئے تذلّل کے ساتھ خدا کیطرف پھرنا اور اس سے اپنے تئیں نزدیک کرنا- اور معصیت کے حجاب سے اعمال صالح کے ساتھ اپنے تئیں باہر نکالنا- اور توبہ صرف زبان سے نہیں ہے بلکہ توبہ کا کمال اعمال صالح کے ساتھ ہے تمام نیکیاں توبہ کی تکمیل کے لئے ہیں کیونکہ سب سے مطلب یہ ہے کہ ہم خدا سے نزدیک ہو جائیں- دعا بھی توبہ ہے کیونکہ اس سے بھی ہم خدا کا قرب ڈھونڈتے ہیں اس لئے خدا نے انسان کی جان کو پیدا کر کے اسکا نام روح رکھا کیونکہ اسکی حقیقی راحت اور آرام خدا کے اقرار اور اس کی محبت اور اسکی اطاعت میں ہے اور اسکا نام نفس* رکھا کیونکہ وہ خدا سے اتحاد پیدا کرنیوالا ہے- خدا سے دل لگانا ایسا ہوتا ہے جیسا کہ باغ میں وہ درخت ہوتا ہے جو باغ کی زمین سے خوب پیوستہ ہوتا ہے یہی انسان کا جنت ہے- اور جس طرح درخت زمین کے پانی کو چوستا اور اپنے اندر کھینچتا اور اس سے اپنے زہریلے بخارات باہر نکالتا ہے اسی طرح انسان کے دل کی حالت ہوتی ہے کہ وہ خدا کی محبت کا پانی چوسکر زہریلے مواد کے نکالنے پر قوت پاتا ہے اور بڑی آسانی سے ان مواد کو دفع کرتا ہے اور خدا میں ہو کر پاک نشو و نما پاتا جاتا ہے اور بہت پھیلتا اور خوشنما سرسبزی دکھلاتا اور اچھے پھل لاتا ہے مگر جو خدا میں پیوستہ نہیں وہ نشو و نما دینے والے پانی کو چوس نہیں سکتا اسلئے دمبدم خشک ہوتا چلا جاتا ہے آخر پتے بھی گر جاتے ہیں اور خشک اور بدشکل ٹہنیاں رہجاتی ہیں- پس چونکہ گناہ کی خشکی بے تعلقی سے پیدا ہوتی ہے اسلئے اس خشکی کے دور کرنے کے لئے سیدھا علاج مستحکم تعلق ہے جسپر قانون قدرت گواہی دیتا ہے اس کی طرف اللہ جلّشانہ اشارہ کر کے فرماتا ہے- یاایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی- یعنے اے وہ نفس جو خدا سے آرام یافتہ ہے اپنے رب کیطرف واپس چلا آ- وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی- پس میرے بندوں میں داخل ہو جا- اور میرے بہشت کے اندر آ +

غرض گناہ کے دور کرنیکا علاج صرف خدا کی محبت اور عشق ہے- لہٰذا وہ تمام اعمال صالحہ جو محبت اور عشق کے سرچشمہ سے نکلتے ہیں گناہ کی آگ پر پانی چھڑکتے ہیں- کیونکہ انسان خدا کے لئے نیک کام کر کے اپنی محبت پر مہر لگاتا ہے- یہ ہنسی کی بات ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے سر درد پر رحم کر کے اپنے سر پر پتھر مارے یا دوسرے کے بچانے کے خیال سے خودکشی کرے- دنیا میں کوئی ایسا دانا نہیں ہو گا کہ ایسی

* نفس لغت میں ہیں شے کے معنے رکھتا ہے- منہ-

خودکشی کو انسانی ہمدردی مین خیال کرسکے۔ اگر بالفرض ایسا شخص ہمدردی کے خیال سے بھی ایسا فعل کرتا ہے تو اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے اندر دوسرے کے بچانے کی طاقت نہین پاتا اور اسلئے مایوس ہوکر اپنی زندگی کا بھی خاتمہ کردیتا ہے۔ بیشک انسانی ہمدردی عمدہ چیز ہے اور دوسرون کے بچانیکے لئے تکلیف اٹھانا بڑے بہادرون کا کام ہے۔ مگر کیا ان تکلیفون کے اٹھانے کی یہی راہ ہے۔ جو یسوع کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کاش اگر یسوع خودکشی سے اپنے تئین بچاتا اور دوسرونکے آرام کے لئے معقول طور پر عقلمندون کی طرح تکلیفین اٹھاتا تو اس کی ذات سے دنیا کو فایدہ پہنچ سکتا تھا۔ مثلاً اگر ایک غریب آدمی گھر کا محتاج ہے اور معمار لگانے کی طاقت نہین رکھتا تو اس صورت مین اگر ایک معمار اسپر رحم کرکے اسکا گھر بنانے مین مشغول ہوجائے اور بغیر لینے اجرت کے چند روز سخت مشقت اٹھاکر اسکا گھر بنادیوے تو بیشک یہ معمار تعریف کے قابل ہوگا اور بیشک اس نے ایک مسکین پر احسان بھی کیا ہے جسکا گھر بنادیا لیکن اگر وہ اس شخص پر رحم کرکے اپنے سر پر پتھر مارے تو اس غریب کو اس سے کیا فایدہ پہنچے گا۔ افسوس دنیا مین بہت تھوڑے لوگ ہین جو نیکی اور رحم کرنیکے معقول طریقون پر چلتے ہین اگر یہ سچ ہے کہ یسوع نے اس خیال سے کہ میرے مرنے سے لوگ نجات پاجاینگے درحقیقت خودکشی کی ہے تو یسوع کیحالت نہایت ہی لایق رحم ہے اور یہ واقعہ پیش کرنے کے لایق نہین بلکہ چھپانے کے لایق ہے۔

اور اگر ہم عیسائیونکے اس اصول کو لعنت کے مفہوم کے رو سے جانچین جو مسیح کی نسبت تجویز کی گئی ہے تو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس اصول کو قائم کرکے عیسائیون نے یسوع مسیح کی وہ بے ادبی کی ہے جو دنیا کی کسی قوم نے اپنے رسول یا نبی کی نہین کی ہوگی کیونکہ یسوع کا لعنتی ہوجانا گو وہ تین دن کے لئے ہی سہی عیسائیونکے عقیدہ مین داخل ہے اور اگر یسوع کو لعنتی نہ بنایا جائے تو مسیحی عقیدہ کے رو سے کفارہ اور قربانی وغیرہ سب باطل ہوجاتے ہین۔ گویا اس تمام عقیدہ کا شہتیر لعنت ہی ہے ÷

اور یہ باتین جو یسوع نوع انسان کی محبت کیلئے دنیا مین بھیجا گیا اور نوع انسان کی خاطر اس نے اپنے تئین قربان کیا۔ یہ تمام کارروائی عیسائیون کے خیال مین اس شرط سے مفید ہے کہ جب یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یسوع اول دنیا کے گناہون کے باعث ملعون ہوا۔ اور لعنت کی لکڑی پر لٹکایا گیا اس لئے یسوع مسیح کی قربانی لعنتی قربانی ہے گناہ سے لعنت آئی اور لعنت سے صلیب ہوئی اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ لعنت کا مفہوم کسی راستباز کیطرف منسوب کرسکتے ہین؟ سو واضح ہو کہ عیسائیون نے یہ بڑی غلطی کی ہے کہ یسوع کی نسبت لعنت کا اطلاق جائز رکھا گو وہ تین دن تک ہی ہو یا اس سے بھی کم کیونکہ لعنت ایک ایسا مفہوم ہے جو شخص ملعون کے دل سے تعلق رکھتا ہے

اور کسی شخص کو اسوقت لعنتی کہا جاتا ہے جبکہ اسکا دل خدا سے بالکل برگشتہ اور اسکا دشمن ہو جائے اسلئے لعین شیطان کا نام ہے اور اس بات کو کون نہیں جانتا کہ لعنت قرب کے مقام سے رد کرنیکو کہتے ہین اور یہ لفظ اس شخص کے لئے بولا جاتا ہے جسکا دل خدا کی محبت اور اطاعت سے دور جا پڑے اور درحقیقت وہ خدا کا دشمن ہو جائے لفظ لعنت کے یہی معنے ہین جسپر تمام اہل لغت نے اتفاق کیا ہے۔ اب ہم پوچھتے ہین کہ اگر درحقیقت یسوع مسیح پر لعنت پڑ گئی تھی تو اس سے لازم آتا ہے کہ درحقیقت وہ مورد غضب الٰہی ہو گیا تھا اور وہ خدا کا دشمن ہو گیا تھا اور خدا اس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو گیا تھا جیسا کہ لعنت کا مفہوم ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ لعنت کے دنون مین درحقیقت کافر اور خدا سے برگشتہ اور خدا کا دشمن اور شیطان کا حصہ اپنے اندر رکھتا تھا پس یسوع کی نسبت ایسا اعتقاد کرنا گویا نعوذ باللہ اسکو شیطان کا بھائی بناتا ہے ایک راستباز نبی کی نسبت ایسی بے باکی کوئی خدا ترس نہین کریگا بجز اس شخص کے جو خبیث طبع اور ناپاک طبع ہو +

پس جبکہ یہ بات باطل ہوئی کہ حقیقی طور پر یسوع مسیح کا دل مورد لعنت ہو گیا تھا پس ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ایسی لعنتی قربانی بھی باطل اور نادان لوگون کا اپنا منصوبہ ہے۔ اگر نجات اسی طرح حاصل ہو سکتی ہے کہ اول یسوع کو شیطان اور خدا سے برگشتہ اور خدا سے بیزار ٹھیرایا جاوے تو لعنت ہے ایسی نجات پر!! اس سے بہتر تھا کہ عیسائی اپنے لئے دوزخ قبول کر لیتے لیکن خدا کے ایک مقرب کو شیطان کا لقب نہ دیتے افسوس کہ ان لوگون نے کیسی بیہودہ اور ناپاک باتون پر بھروسہ کر رکھا ہے ایک طرف تو خدا کا بیٹا اور خدا سے نکلا ہوا اور خدا سے ملا ہوا فرض کرتے ہین اور دوسری طرف شیطان کا لقب اسکو دیتے ہین کیونکہ لعنت شیطان سے مخصوص ہے اور لعین شیطان کا نام ہے اور لعنتی وہ ہوتا ہے جو شیطان سے نکلا اور شیطان سے ملا ہوا اور خود شیطان ہے۔ پس عیسائیون کے عقیدہ کے رو سے یسوع مین دو قسم کی تثلیث پائی گئی - ایک رحمانی اور ایک شیطانی اور نعوذ باللہ یسوع نے شیطان مین ہوکر شیطان کے ساتھ اپنا وجود ملایا اور لعنت کے ذریعہ سے شیطانی خواص اپنے اندر لئے۔ یعنے یہ کہ خدا کا نافرمان ہوا خدا سے بیزار ہوا خدا کا دشمن ہوا۔ اب ناظرین انصاف فرماوین کہ کیا یہ مشن جو مسیح کیطرف منسوب کیا جاتا ہے کوئی روحانی یا معقولی پاکیزگی اپنے اندر رکھتا ہے؟ کیا دنیا مین اس سے بدتر کوئی اور عقیدہ بھی ہوگا کہ ایک راستباز کو اپنی نجات کیلئے خدا کا دشمن اور خدا کا نافرمان اور شیطان قرار دیا جائے؟ خدا کو جو قادر مطلق اور رحیم کریم تھا اس لعنتی قربانی کی کیا ضرورت پڑی ؟-

پھر جب اس اصول کو اس پہلو سے دیکھا جائے کہ کیا اس لعنتی قربانی کی تعلیم یہودیونکو بھی دیگئی ہے یا نہین تو اور بھی اسکے کذب کی حقیقت کھلتی ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر خدا تعالےٰ کے

ہاتھ مین انسانون کی نجات کے لئے صرف یہی ایک ذریعہ تھا کہ اسکا ایک بیٹا ہوا اور وہ تمام گنہ گارونکی لعنت کو اپنے ذمہ لے اور پھر لعنتی قربانی بنکر صلیب پر کھینچا جائے تو یہ امر ضروری تھا کہ یہودیونکو لئے توریت اور دوسری کتابون مین جو یہودیونکے ہاتھ مین ہین اس لعنتی قربانی کا ذکر کیا جاتا۔ کیونکہ کوئی عقلمند اس بات کو باور نہین کرسکتا کہ خدا کا وہ ازلی ابدی قانون جو انسانون کی نجات کے لئے اس نے مقرر کر رکھا ہے ہمیشہ بدلتا رہے اور توریت کے زمانہ مین کوئی اور ہو اور انجیل کے زمانہ مین کوئی اور قرآن کے زمانہ مین کوئی اور ہو۔ اب ہم جب تحقیق اور تفتیش کی نظر سے دیکھتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ توریت اور یہودیون کی تمام کتابون مین اس لعنتی قربانی کی تعلیم نہین ہے۔ نجات کے بارہ مین توریت کی تعلیم بالکل قرآن کے مطابق ہے یعنے خدا کی طرف سچا رجوع کرنا اور گناہون کی معافی چاہنا اور جذبات نفسانیہ سے دور ہو کر خدا کی رضا کے لئے نیک اعمال بجالانا اور اسکے حدود اور قوانین اور احکام اور وصیتون کو بڑے زور اور سختی کے ساتھ بجالانا ہی ذریعہ نجات ہے جو بار بار توریت مین ذکر کیا گیا جسپر ہمیشہ خدا کے مقدس نبی پابندی کراتے چلے آئے ہین اور جسکے چھوڑنے پر عذاب بھی نازل ہوتے رہے ہین۔

اب ہم مختصر طور پر یہ دکھانا چاہتے ہین کہ یسوع کی قربانی کے متعلق عیسائیونکے درمیان یہ خیال کیونکر پیدا ہوا۔ ایک ہی امر پر غور کرنیسے یہ فیصلہ ہوجاتا ہے کہ عیسائیون نے یہ عقیدہ کس طرح بنایا۔ مسیح سے پہلے جو نبی گذرے ہین ان کے متعلق تو ہم دکھا چکے ہین کہ انھون نے عیسائیون والے طریق نجات کی کبھی تعلیم نہین دی لیکن عجیب بات یہ ہے کہ خود یسوع نے کبھی اس عقیدہ کی تعلیم اپنی ساری عمر مین نہین دی اور وہ اپنی پیدائش سے لیکر موت تک یہودی عقیدہ کا پابند رہا۔ اسکی شہادت اناجیل سے ملتی ہے۔ یسوع کی ماں کا بچہ جننے کے بعد موسوی شریعت کے مطابق قربانی کرنا۔ یسوع کا اپنا معہ والدین کے یروشلم کو عید فسح کے موقعہ پر جانا اور پھر صلیب سے پہلی رات اپنے تمام شاگردون سمیت عید فسح کا منانا یہ تمام امور ...... جو اناجیل مین مذکور ہین ظاہر کررہے ہین۔ بلکہ قطعی طور سے اس امر کو ثابت کر رہے ہین کہ پیدائش سے لیکر موت تک یسوع موسوی شریعت پر عمل کرتا رہا۔ اور اسکو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا رہا اور خود کوئی نیا عقیدہ اپنی قربانی کا اسنے نہین سکھلایا۔ یہی نہین کہ یسوع خود ہی موسوی شریعت کے احکام کے مطابق اسی معمولی قربانی کا پابند رہا ہے بلکہ وہ تعلیم بھی اسی قربانی کی دیتا رہا اور ایک نقطہ تک اناجیل مین نہین پایا جاتا جس سے معلوم ہو کہ یسوع یہ سمجھتا تھا کہ اسکی قربانی سے پہلی قربانیونکا قانون منسوخ ہو چکا ہے انجیلونکے قصے کے مطابق اس نے جب ایک مجذوم کو اچھا کیا تو اسے کہا کہ کاہن کے پاس جا اور موسےٰ کی شریعت کے مطابق قربانی گذران (مرقس ۱/۴۴)۔ ظاہر ہے کہ جس آدمی پر ایسا بڑا معجزہ یسوع نے دکھایا یا وہ اسپر ایمان

بھی رکھتا ہوگا لیکن باوجود ایمان کے یسوع نے اسے شریعت کے مطابق قربانی کرنیکا حکم دیا۔ اور پھر اپنی پہاڑی وعظ مین جس پر عیسائیون کو بہت بڑا فخر ہے۔ یسوع کہتا ہے "پس اگر تو قربانگاہ مین اپنی نذر لیجاوے اور وہان تجھے یاد آوے کہ تیرا بھائی تجھ سے کچھ مخالفت رکھتا ہے تو وہان اپنی نذر قربانگاہ کے سامنے چھوڑ کے چلا جا۔ پہلے اپنے بھائی سے میل کر تب آکے اپنی نذر گذران" (متی ۵ باب ۲۳-۲۴) یہ یسوع کی صاف صاف تعلیم ہے۔ علاوہ ازین اس کی اس تعلیم مین جو اناجیل مین موجود ہے ایک لفظ بھی ایسا نہین ملتا جس سے یہی سمجھا جاوے کہ یہودیون مین قربانی کے اصول پر اس نے کوئی نئی روشنی ڈالی ہو یا اسکا بنی اسرائیل کے پیغمبرون کی نسبت کوئی عمدہ فلسفہ بیان کیا ہو۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ یہود کے اندر قربانی کا مسئلہ ایک سطحی مسئلہ یا روحانیت سے خالی تھا۔ بلکہ انبیاء نے قربانی کی اصل حقیقت کو ان پر خدا تعالے سے الہام پاکر منکشف کر دیا تھا۔ بعنوان "روحانیت مسئلہ قربانی" جیوش انسائکلو پیڈیا جلد ۲ صفحہ ۲۷۶- پر لکھا ہے "موسوی شریعت مین قربانی کا خون گرانیکا یہ مطلب تھا کہ خدا تعالی سے دوبارہ تعلق قائم کیا جاوے اور روح اور اسکے خالق کے درمیان بُعد کو دور کر کے پھر صلح پیدا ہو اسلئے اس قسم کی قربانی کے ساتھ گناہون کا اقرار بھی لازمی تھا جن گناہونکے کفارہ کے طور پر یہ قربانی دیجاتی تھی ...... یا جیساکہ فائلو کہتا ہے "یہ غرض بغیر توبہ کے خلوص کے حاصل نہین ہو سکتی یعنی صرف الفاظ سے نہین بلکہ اعمال سے اور ایسی تسلیم سے جو اسے بیماری سے شفا دے اور اسکی صحت کو قائم کرے" اور پھر لکھا ہے "درآنحالیکہ قربانی کی رسومات صرف لوگون کے دلونپر اللہ تعالے کی تقدیس اور انسان کی گنہگاری کے خطرناک نتائج کا اثر پیدا کرنیوالی تھین گناہونکے کفارہ کا خیال انبیا کی زندگی اور تعلیم مین ایک بڑے گہرے اور روحانی معنے حاصل کر چکا تھا ہوسیع- عاموس- میکہ اور فرقی ایل نے توبہ کے سوا کوئی ذریعہ اللہ تعالے سے صلح کا اور گناہ کے بُعد کو دور کرنیکا نہین تسلیم کیا" چنانچہ ہوسیع باب ۱۴ مین ہے۔ اے اسرائیل تو خداوند اپنے خدا کیطرف پھر کیونکہ تو اپنی بدکاری کے سبب گر گیا۔ تم کلمہ ساتھ لے کے خداوند کیطرف پھرو۔ اور اسے کہو کہ ساری بدکاری کو دور کر اور ہمین عنایت سے قبول کر۔ تب ہم اپنے ہونٹھون کے بچھڑے نذر گذرانین گے (ہوسیع ۱۴ باب ۲) اور ایسا ہی میکہ نبی کہتا ہے۔ مین کیا لیکے خداوند کے حضور مین آؤن اور خدا تعالے کے آگے کیونکر سجدہ کرون کیا سوختنی قربانیون اور ایک سالہ بچھڑون کو لیکر اسکے آگے آؤنگا۔ کیا خداوند ہزارون مینڈھون سے یا تیل کی دس ہزار نہرون سے خوش ہوگا کیا مین اپنے پلوٹھے کو اپنے گناہ کے عوض اپنے پیٹ کے پھل کو اپنی جان کی خطا کے بدلے مین دیڈالونگا۔ اے انسان اس نے تجھے وہ دکھایا ہے جو کچھ کہ بھلا ہے اور خداوند تجھ سے اور کیا چاہتا ہے مگر یہ کہ تو انصاف کرے اور رحمدلی کو پیار کرے اور اپنے خدا کے ساتھ فروتنی سے چلے۔ (میکہ ۶ باب ۶-۸) ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہودیونکا اصل عقیدہ کیا تھا اور یسوع نے

نہ اس سے کچھ کم کیا اور نہ اسپر کچھ بڑھایا بلکہ اسیکا پابند رہا۔ ابتدائی زمانہ کے عیسائی بھی اپنے استاد کے قدم بقدم چلتے رہے اور ہیکل مین عبادت کرتے اور قربانیان گذرانتے رہے جیساکہ یہودی کرتے تھے بلکہ پولوس نے بھی جس نے آخرکار شریعت کے احکام کو چھوڑکر نیا دین بنایا ابتدائی زمانہ مین جب اس نے عیسائی واعظ کا کام شروع کیا اسی عقیدے کا پابند تھا چنانچہ فیلکس کے سامنے اس نے یہی اظہار دیا کہ مین موسوی شریعت کے مطابق عبادت کرتا اور نذر چڑھاتا اور شریعت کے سب احکام پر یقین رکھتا ہون۔ (اعمال باب ۲۴)۔

ان تمام باتون پر غور کرکے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کی صلیب سے کچھ عرصہ بعد تک عیسائیون نے ہرگز کوئی نیا عقیدہ نجات کا نہین گھڑا اور نہ ہی پچھلے عقیدہ کو منسوخ سمجھا۔ بلکہ یہ بھی نہین کہ صلیب کے مابعد ان کا عقیدہ بدل گیا ہو۔ اور یہ سمجھ لیا گیا ہو کہ یسوع کی قربانی نجات کے لئے ایسی کافی ہے کہ نجات کا طریقہ جو انبیاء نے سکھایا تھا وہ اس سے منسوخ ہوگیا۔ اگر یسوع اپنی موت کا واقعی کوئی ایسا اثر سمجھتا تو سب سے پہلے وہ اپنے حواریون کو یہ تعلیم دیتا کہ میری موت سے موسےؑ کی شریعت منسوخ ہوجائیگی اور عیسائیونکا ابتدا ہی سے یہی عقیدہ ہوتا۔ لیکن امر واقع یہ ہے کہ یہ عقیدہ بتدریج پیدا ہوا اور بڑھتا گیا جیساکہ نئے نئے مشکلات پیش آتے گئے پہلے یسوع کی قربانی کو محض استعارہ کے رنگ مین بیان کیا گیا اور پھر آہستہ آہستہ اسکے لفظی معنے لئے گئے۔ یسوع کی ظاہری موت اس کی رسالت سے اسقدر تھوڑا عرصہ بعد اسقدر مشکلات کا سبب نہ تھے۔ جیسے کہ اس موت کا طریق۔ موسےؑ کی شریعت نے یہ فتوے دیا تھا کہ جو صلیب پر مرے گا وہ خدا کی لعنت کے نیچے ہوگا یہی وجہ تھی کہ یہودیون نے سازش کی کہ مسیح کو صلیب مارا جائے تاکہ عوام کی یہ بات ذہن نشین ہوجائے کہ یسوع بہ سبب ہونیکے (نعوذباللہ) خدا کی لعنت کے نیچے ہے اور اسلئے وہ سچا نبی بلکہ ایک راستباز انسان بھی نہین ہوسکتا۔ بظاہر اس مدعا مین یہودی کامیاب بھی ہوگئے۔ اور اسواسطے جب وہ عیسائیونکو باربار یہ طعنے دینے لگے کہ تمہارا مرشد خدا کی لعنت کے نیچے ہے۔ تو عیسائی مجبور ہوئے کہ اس کی صلیب کے لئے کوئی توجیہ پیدا کرین یعنی یہ توجیہ انکو سوجھی کہ یسوع لوگون کی خاطر قربان ہوا اور انہی کی خاطر ملعون ہوا۔ اور جب ایک دفعہ یہ توجیہ کارگر معلوم ہوئی تو پھر دن بدن اسکا اثر زیادہ پھیلنا شروع ہوگیا۔ یہ خیال بھی توریت سے ہی لیا گیا جہان انبیاء کی اپنی امتون کیخاطر طرح طرح کے مصائب برداشت کرنیکا ذکر ہے۔ انبیاء بھی اپنی امتون کے گناہونکی معافی چاہتے تھے مگر نہ خودکشی کرکے بلکہ روزے اور عبادت اور دعا اور شفاعت کے ذریعہ چنانچہ جب حضرت موسےؑ کی قوم نے بچھڑون کی عبادت کی تو اللہ تعالیٰ انپر سخت ناراض ہوا اور انکو ہلاک کرنیکا ارادہ کیا تب موسےؑ خدا کے آگے روئے اور تضرع کیا اور دعا کی کہ اس عذاب کو اس کی قوم کے سر سے ٹالدیا جائے اور ان کا گناہ معاف کردیا جائے۔ تب حضرت موسےؑ کی شفاعت اللہ تعالیٰ

نے قبول کر کے بنی اسرائیل کے گناہ کو معاف کیا (خروج ۳۲ باب ۳۰) یہ معنے تھے راستبازون کے گنہ گارون کی خاطر مصایب برداشت کرنیکے اور ہر ایک عقلمند انسان آسانی سے اسکو سمجھ سکتا ہے لیکن عیسائیون کو جب سخت مشکلات کا سامنا ہوا تو انہون نے اسی خیال سے ایک پرلے درجہ کا بیہودہ عقیدہ بنالیا کہ ایک انسان باقی دنیا کے لئے خودکشی کر کے انکو نجات دے سکتا ہے اور خود ان کی ساری لعنتین اٹھالیتا ہے اور جو نتایج سزا اور عذاب کے گنہ گارون نے بھگتنے تھے وہ خود بھگت سکتا ہے یعنی خدا سے بیگانہ ہو جاتا ہے بیزار ہو جاتا ہے اسکا دشمن ہو جاتا ہے اور شیطان کا بھائی بن جاتا ہے +

پھر جب اس عقیدہ کو اس پہلو سے دیکھا جائے کہ باوجودیکہ توریت کی متوارث اور قدیم تعلیم کی مخالفت کی گئی اور ایک کا گناہ دوسرے پر ڈالا گیا اور ایک راستباز کے دل کو لعنتی اور خدا سے دوسرا اور مہجور اور شیطان کا ہم خیال ٹھہرایا گیا پھر ان سب خرابیون کے ساتھ اس لعنتی قربانی کو قبول کرنیوالون کیلئے فائدہ کیا ہوا۔ کیا وہ گناہ سے باز آ گئے یا ان کے گناہ بخشے گئے تو ادھر بھی اس عقیدہ کی لغویت ثابت ہوتی ہے کیونکہ گناہ سے باز آنا اور سچی پاکیزگی حاصل کرنا تو بداہت خلاف واقعہ ہے کیونکہ یسوع کے حواریون سے بھی ایمان لانے کے بعد قابل شرم گناہ سرزد ہوئے اور یورپ مین جو آج کل شرابخواری اور زناکاری کا طوفان برپا ہے اسکے لکھنے کی حاجت نہین۔

اب دوسرا شق یہ ہے کہ اگر گناہ رک نہین سکتے تو کیا اس لعنتی قربانی سے ہمیشہ گناہ بخشے جاتے ہین۔ گویا یہ ایک نسخہ ہے کہ ایک طرف ایک بدمعاش ناحق کا خون کر کے یا چوری کر کے یا جھوٹی گواہی سے کسی کے مال یا جان یا آبرو کو نقصان پہنچا کر یا کسی کے مال غبن کیطور پر دبا کر اور پھر اس لعنتی قربانی پر ایمان لا کر خدا کے بندون کے حقوق کو ہضم کر سکتا ہے اور ایسا ہی زناکاری کی ناپاک حالت مین ہمیشہ رہ کر صرف لعنتی قربانی کا اقرار کر کے خدا تعالے کے قہری مواخذہ سے بچ سکتا ہے پس صاف ظاہر ہے کہ ایسا ہرگز نہین کیونکہ اس سے تو کوئی گناہ گناہ نہین رہتا اور مذہب کی آڑ مین ہر قسم کی بدمعاشی جائز ہو جاتی ہے علاوہ ازین کفارے کے عقیدے کو ان ہر دو نتایج سے کوئی تعلق بھی نہین یہ ایک لغو خیال ہے کہ جب ایک انسان یہ خیال کرے کہ یسوع اس کی خاطر مر گیا ہے تو وہ گناہ سے بچ جاتا ہے یا گناہ کرے تو اسکے گناہ معاف ہو جاتے ہین ہم پہلے دکھا چکے ہین کہ گناہ کیا چیز ہے اور اسکا علاج کیا ہے۔

غرضیکہ اس امر کا کوئی شبہت نہین کہ یسوع کی قربانی نجات کا ذریعہ ہو سکتی ہے یا انسان کو پاک زندگی عطا کر سکتی ہے بلکہ سچا عقیدہ یہی ہے کہ انسان کے اپنے نفس اور خواہشات کی قربانی ہی اسے اللہ تعالے کا مقرب بنا سکتی ہے ہم یہ نہین کہتے کہ عیسائیون مین اچھے لوگ بالکل نہین بلکہ ہمارا منشا یہ ہے کہ جو لوگ ان مین سے نیکی پر قائم ہین وہ ایک کم درجہ کی نیکی انکی فطرتی سعادت

کے سبب سے ہے نہ کفارے سے۔ لیکن مذہب کے اثر کے رو سے کسی قوم کا اچھا بنجانا کسی مذہب کو کسی قوم کی شائستگی کا اصل موجب قرار دینا اسوقت ثابت ہوگا کہ اس مذہب کے بعض کامل پیرو ؤنمین اس قسم کے روحانی کمال پائے جائین جو دوسرے مذہب مین ان کی نظیر نہ مل سکے سو ہم زور سے کہتے ہین کہ یہ خاصہ اسلام مین ہے اسلام نے ہزارون لوگون کو اس درجہ کی پاک زندگی تک پہنچایا ہے جسمین کہہ سکتے ہین کہ گویا خدا کی روح ان کے اندر سکونت رکھتی ہے قبولیت کی روشنی انکے اندر ایسی پیدا ہوگئی ہے کہ گویا وہ خدا کی تجلیات کے مظہر ہین۔ یہ لوگ ہر ایک صدی مین ہوتے رہے ہین اور ان کی پاک زندگی بے ثبوت نہین اور نرا اپنے منہ کا دعوے نہین بلکہ خدا گواہی دیتا رہا ہے کہ ان کی پاک زندگی ہے۔ یاد رہے کہ خدا تعالے نے قرآن شریف مین اعلے درجہ کی پاک زندگی کی یہ علامت بیان فرمائی ہے کہ ایسے شخص سے خوارق ظاہر ہوتے ہین اور خدا تعالے ایسے شخصون کی دعا سنتا ہے اور ان سے ہم کلام ہوتا ہے اور پیش از وقت انکو غیب کی خبرین بتلاتا ہے اور انکی تائید کرتا ہے سو ہم دیکھتے ہین کہ ہزارون اسلام مین ایسے ہوتے آئے ہین چنانچہ اس زمانہ مین یہ نمونہ دکھلانیکے لئے حضرت میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدیٔ مسعود ہین جن پر یہ تمام برکات اکمل اور اتم طور پر نازل ہو رہی ہین۔ مگر عیسائیون مین یہ لوگ کہان اور کس ملک مین رہتے ہین جو انجیل کے قرار دادہ نشانیون کے موافق اپنا حقیقی ایمان اور پاک زندگی ثابت کر سکتے ہین؟ ہر ایک چیز اپنی نشانیون سے پہچانی جاتی ہے جیسا کہ ہر ایک درخت اپنے پھلون سے پہچانا جاتا ہے۔ اور اگر پاک زندگی کا صرف دعوے ہی ہے اور ثابت ہونیکے مقرر کردہ نشان اس دعوے پر گواہی نہین دیتے تو یہ دعوے باطل ہے کیا انجیل نے سچے اور واقعی ایمان کی کوئی نشانی نہین لکھی؟ کیا اس نے ان نشانون کو فوق العادت کے رنگ مین بیان نہین کیا؟ پس اگر انجیلون مین سچے ایماندارونکے نشان لکھے ہین تو ہر ایک عیسائی پاک زندگی کے مدعی کو انجیل کے نشانونکے موافق آزمانا چاہیئے۔ ایک بڑے بزرگ پادری کا ایک غریب سے غریب مسلمان کے ساتھ روحانی روشنی اور قبولیت مین مقابلہ کرکے دیکھ لو تو معلوم ہوگا کہ حقیقی ایمان اور واقعی پاک زندگی جو آسمانی روشنی سے حاصل ہو بجز اسلام کے کسی طرح مل نہین سکتی۔ یہ پاک زندگی جو اہل اسلام کو ملی ہے۔ یہ صرف منہ کی لاف وگزاف نہین اسپر آسمانی گواہیان ہین کوئی پاک زندگی بجز آسمانی گواہی کے ثابت نہین ہو سکتی۔ اور کسی کے چھپے ہوئے نفاق اور بے ایمانی پر ہم اطلاع نہین پا سکتے ہان جب آسمانی گواہی والے پاک دل لوگ کسی قوم مین پائے جائین تو باقی تمام قوم کے لوگ بظاہر پاک زندگی نما بھی پاک زندگی والے سمجھے جائینگے کیونکہ قوم ایک وجود کے حکم مین ہے اور ایک ہی نمونہ سے ثابت ہو سکتا ہے کہ اس قوم کو آسمانی پاک زندگی مل سکتی ہے +

الپسن اور اکبر مسیح کے مضامین عصمت انبیاء پر

گذشتہ اشاعت سے آگے

حضرت آدم علیہ السلام کے ممنوع پھل کھانیکے متعلق ہم کُل بحث رسالہ کے پچھلے نمبر مین کر چکے ہین۔ اور انکے باقی اعتراضون کا جواب جو حضرت آدمؑ کے متعلق یا جدید مسیح حضرت داؤدؑ کے متعلق ہین اب دیتے ہین۔ ان الزامات کا مفصل جواب ہم سال گذشتہ مین جولائی اور اگست کے پرچون مین دیچکے ہین۔ اور الپسن یا الف میم دونون مین سے کسی نے ہماری ایک دلیل کا بھی جواب نہین دیا اور نہ جواب دینے کی کوشش کی ہے مثلاً ہم نے دس دلایل اس دعوے کے اثبات مین دئے تھے کہ سورہ اعراف کی آیت زیر بحث مین آدم اور حوا کا ذکر نہین ہے لیکن ہر دو معترضین نے جنکا دعوے یہ ہے کہ وہ ہمارے مضمون کی تردید کر چکے ہین ایک دلیل پر بحث نہین کی۔ شاید ہم یہ کہنے مین غلطی پر نہین کہ اس طریق بحث سے یہ لوگ پبلک کو دھوکا دے رہے ہین یعنی اس امر کو جانکر کہ انہون نے تردید کوئی نہین کی۔ کتابون مین اور اخبارون مین مضمون اس رنگ مین لکھ رہے ہین کہ گویا ہمارے دلائل کی تردید کر چکے ہین۔ مشکل یہ ہے کہ اگر مباحثہ اسی صورت مین چلا جاے تو کبھی ختم نہین ہو سکتا۔ چونکہ بے ضرورت ان مضامین کو طوالت دینا فضول ہے اسلئے جو دلایل ہم پہلے دیچکے ہین اور جنکا ابتک کوئی جواب نہین دیا گیا انکو ہم اسجگہ نہین دہرائینگے ناظرین کو چاہیئے کہ مضمون کو پورے طور پر سمجھنے کیلئے پہلے مضامین کو ساتھ پڑھین

الف میم روحانی امور مین قدم قدم پر ٹھوکر کھاتا ہے۔ اسکے طریق مناظرہ سے یہی سمجھ آتا ہے کہ وہ کسی اور کام کے لئے بنایا گیا ہے اسکے نزدیک یہ ناممکن ہے کہ انسان خدا تعالے کی رضا کی راہون مین چل سکے اور اسکے نزدیک صالحین کبھی گناہ سے محفوظ نہین ہو سکتے بلکہ ہر ایک آدمی جو دنیا مین پیدا ہوا شیطان کے قابو مین چلا آیا ہے اور اسلئے اسے اس بات سے بہت تعجب ہوا ہے کہ ہم صالحین کے متعلق بھی یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ اللہ تعالے انکو گناہ سے محفوظ کر دیتا ہے صرف اگر وہ صالح کے معنے ہی کسی لغت کی کتاب مین دیکھ لیتا تو ایسا اعتراض جس کی وجہ صرف ناواقفیت ہے نہ کرتا۔ صالح کے معنے ہین ایسا انسان جو نیک ہو۔ کسی قسم کا فساد اپنے اندر نہ رکھتا ہو۔ راستباز ہو۔ پاک ہو اور نیک کام کرنیوالا ہو + قرآن شریف انبیاء کو صالحین مین سے قرار دیتا ہے اور نہ ہی جیسا کہ پادریون کا خیال ہے حضرت مسیح کو مستثنی کرتا ہے کہ وہ صالحین مین سے ایک نہ تھے بلکہ انکو خصوصیت سے من الصالحین کہا ہے یعنی وہ بھی صالحین مین سے ایک تھے اور یہ کلمہ تعریف کے موقعہ پر استعمال کرتا ہے۔ تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ حضرت

مسیح کو تو صالحین مین سے ہونیکا فخر ہو اور ان کے جھوٹے پیرو ون کو آج شرم آتی ہو کہ انہیں صالحین مین سے ایک سمجھین۔ اور اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ جب صالح کے معنے ہی یہ ہین کہ وہ راستبازی اور نیکی کی راہون مین چلنے والا اور فساد سے خالی ہو تو اسکو معصوم کہنے پر اعتراض کیسا۔ ہان پادری صاحب لغت پر یہ اعتراض کرین کہ کیون اسکے یہ معنے دئے لیکن اگر الف میم صرف عیسائیون کے متعلق یہ کہتا کہ ان مین سے کوئی بھی گناہ سے محفوظ نہین ہو سکتا اور کبھی کوئی عیسائی اس اعلے مرتبہ تک نہین پہونچ سکتا تو ہمین اس سے کچھ سروکار نہ تھا بلکہ ہم اسکو تسلیم کرتے ہین کہ واقعی یہ سچ ہے اور در اصل یہی فخر تو اسلام کو ہے کہ اسکے اندر ایسے راستباز ہر زمانے مین پائے جاتے ہین کیونکہ وہ زندہ مذہب ہے اور اس کی برکات قیامت تک اپنا دامن پھیلائے ہوئے ہین حالانکہ دوسرے کسی مذہب مین ایسے کامل افراد نہین پائے جاتے۔ یہی نہین بلکہ عیسائی تو اس مقتدر اور زندہ خدا سے بہ سبب اپنی مردہ پرستی کے اسقدر دور جا پڑے ہین کہ انکے فہم اس بات کے سمجھنے سے بھی قاصر ہین کہ کیونکر ایک انسان گناہ کی نجاستون سے نکل کر نیکی کے اس مضبوط چٹان پر قائم ہو جاتا ہے جہان شیطان اسپر تصرف نہین پا سکتا۔ وہ انسان کو ایک نہایت حقیر ہستی سمجھتے اور اس کی اخلاقی حالت کو اسقدر گرا ہوا سمجھتے ہین کہ وہ اس خیال کو بھی پسند نہین کرتے کہ انسان کبھی شیطان کے قابو سے نکلے۔ انسان جس کمال کو پہونچ سکتا ہے محض اس کی ناواقفیت کیوجہ سے الف میم اس بات کو نہین سمجھتا کہ انبیاء کے علاوہ اور افراد بھی جن کو وہ "امتی راستباز" کہتا ہے۔ عصمت کے بلند مقام پر پہونچ سکتے ہین۔ اگر یہ سچ نہین تو پھر مذہب کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ اگر مذہب کی غرض صرف یہی ہے کہ انسان کسی قدر نیک ہو جاوے اور ایک ناقص اخلاقی حالت تک پہونچ جاوے تو وہ غرض تو اسکے بغیر بھی پوری ہو رہی ہے۔ الف میم انکار کرے تو اسکا اختیار ہے مگر کوئی سمجھدار آدمی اس بات سے انکار نہین کر سکتا کہ دہریون اور بت پرستون کو نیک صفات سے خالی نہین کہا جا سکتا۔ مذہب کی غرض اس سے بہت بڑھکر ہے کیونکہ وہ انسان کو کمال کے اوج پر پہونچاتا ہے اور اگر کوئی مذہب اس غرض کو پورا نہین کرتا تو یقیناً وہ مذہب نابود ہو جائیگا خواہ جلدی ہو خواہ دیر سے ہو۔ شائد الف میم اس بات کو جانتا ہے اور اسے یقین ہے کہ عیسائی مذہب انسان کو اس کمال پر نہین پہونچا سکتا اور ہم بھی جانتے ہین کہ یہ بالکل صحیح ہے اور یقین رکھتے ہین کہ یہ سچ ہے لیکن ساتھ ہی ہم اسکو یہ خوشخبری دیتے ہین کاش وہ دل رکھتا ہو کہ اس بلند مقام پر انسان اسلام کے پاک مذہب کے ذریعہ پہونچ سکتا ہے اس نے عیسائی مذہب کو آزماکر اور تجربہ کر کے دیکھ لیا ہے (جیساکہ اسکے اس تعجب سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کے علاوہ اور افراد انسانی بھی عصمت کے مرتبہ پر پہونچ سکتے ہین) کہ یہ مذہب اُس غرض کو پورا کرنے سے قاصر ہے

جو سچے مذہب سے ہو سکتی ہے اور اصل مین اس بات کو تو وہ پہلے بھی سمجھ سکتا تھا اگر خدا تعالے اسے سمجھ دیتا کیونکہ وہ دیکھ سکتا تھا کہ جو نشان انجیل راستباز ونکے لئے مقرر کرتی ہے وہ کسی عیسائی مین نہین پائے جاتے اور اسلام کے متعلق جو ہم نے دعوے کیا ہے وہ بے دلیل نہین۔ ابتدا سے اسلام نے یہی تعلیم دی ہے کہ وہ انسان کو کمال کے بلند مقام تک پہونچا سکتا ہے بلکہ اسکا نام ہی ظاہر کر رہا ہے کہ وہ اس مقصد عالی کو پورا کرتا ہے۔ جو راستہ اسلام انسان کو بتاتا ہے اسکا ذکر اس آیت شریف مین ہے۔ بلی من اسلم وجہہ للہ و ہو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون یعنے جو شخص اپنے سارے قوے کے ساتھ اللہ تعالے کی رضا کی پورے طور پر تابع ہو جاتا ہے اور نیک کامو پر قائم ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالے سے نیک اجر پاتا ہے اور یہی وہ لوگ ہین جنپر نہ کوئی خوف ہے اور نہ انہین کوئی حزن ہوگا۔ لفظ اسلم جو یہان استعمال کیا گیا ہے اسکے معنے یہ بھی ہین کہ کامل طور پر اللہ تعالے کی مرضی کے نیچے چلنے والا ہو۔ اور یہ معنے بھی ہین کہ مذہب اسلام کو اختیار کرے اس اشتراک معنے سے یہ صاف سمجھ مین آتا ہے کہ سچے طور پر وہی شخص مذہب اسلام کو اختیار کرتا ہے جو پورے طور پر اللہ تعالی کی فرمانبرداری اختیار کرے۔ اب الف میم ہمین بتا دے کہ اس مرتبہ سے کہ انسان اپنے وجود کو اپنے سارے قوے کے ساتھ خدا تعالے کو سونپ دے اور ہر ایک امر مین اسی کی مرضی کو دیکھے اور اسی کی فرمانبرداری کرے جو اسلام کا مفہوم ہے اس مرتبہ سے بڑھ کر کون سا مرتبہ کمال کا ہے جسکے حاصل کرنے کی انسان کو خواہش کرنی چاہیئے عصمت کا مفہوم کیا ہے یہی تو ہے کہ انسان خدا کی رضا کے خلاف نہ چلے۔ جو شخص پورے طور پر اللہ تعالے کی رضا کے مطابق چلتا ہے وہ عصمت کے مرتبہ پر پہونچا ہوا ہے۔ حضرت ابراہیم کے متعلق اللہ تعالے فرماتا ہے اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین۔ جب اسکے رب نے اسے حکم دیا کہ میرا فرمانبردار ہو تو اس نے کہا مین سارے جہانون کے خداوند کا فرمانبردار ہون یہ فرمانبرداری حضرت ابراہیم کی دوسرے رنگ مین قرآن شریف مین یون مذکور ہے واذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمہن۔ جسکا منشا یہ ہے کہ جو احکام اللہ تعالے نے ابراہیم کو دیئے تھے ان سب کو ...... اس نے پورا کیا۔ اور پھر اسی مقام کیطرف اشارہ کر کے اللہ تعالے فرماتا ہے وابراہیم الذی وفی۔ یعنے حضرت ابراہیم نے احکام الٰہی کی فرمانبرداری مین اور اللہ تعالے کے ساتھ تعلق مین پوری وفاداری دکھلائی۔ ان تمام باتون سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالے کی رضا کے پورے طور پر تابع ہو جانا یہی وہ اعلے مقام ہے جسپر پہونچنے کی انسان کو کوشش کرنی چاہیئے اور جب وہ اس مقام پر پہنچ جاوے تو پھر وہ ہر طرح سے اللہ تعالے کے احکام کے نیچے ہو کر چلتا ہے اور نافرمانی اس سے صادر نہین ہو سکتی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اسلام انسان کو

اس اعلیٰ مقام پر پہونچا تا ہے - اس مقام کے کمال کے متعلق خود قرآن شریف فرماتا ہی - ومن احسن دینا ممن اسلم وجہہ للّٰہ وہو محسنٌ واتبع ملّۃ ابراہیم حنیفا واتخذ اللّٰہ ابراہیم خلیلا + یعنی فرمانبرداری مین اس سے اچھا کون ہے جو اپنے آپ کو پورے طور پر اللہ کو سونپ دے اور اسی کی رضا کے تابع ہو جاوے - اور نیک کامون پر قائم ہو جاوے اور ابراہیمی طریقہ کو اختیار کرے جو فرمانبرداری الٰہی مین خالص اور یکرنگ تھا اور اللہ تعالے نے ابراہیم کو دوست بنایا -

ہم نہین کہہ سکتے کہ ان تمام امور سے الف ہیم جیسے عیسائی کی تسلی ہو سکتی ہی یا نہین لیکن کوئی سمجھدار آدمی اس نتیجہ کے سوا اور کسی نتیجہ پر نہین پہنچ سکتا کہ اسلام انسان کو کامل فرمانبرداری کے مرتبہ پر پہونچا سکتا ہے - اس مرتبہ پر جس کی تعریف حضرت ابراہیم کے بارہ مین کیگئی ہی اور جسکے سبب سے اللہ تعالے نے اسے دوست کے نام سے یاد فرمایا - یہ وہ مرتبہ ہے جسپر سچا مسلمان پہونچتا ہی لیکن یہ راستہ ان لوگونکے لئے بند ہے جو اسلام پر نہین چلتے - قرآن شریف سب مسلمانونکو یہی ہدایت فرماتا ہے کہ وہ اس راستے کو ڈھونڈین اور اسپر چلین - چنانچہ سورۂ فاتحہ مین جو ہر مسلمان کو پانچ وقت نماز مین پڑھنی پڑتی ہے - یہ دعا سکھائی گئی ہے - اہدنا الصّراط المستقیم صراط الّذین انعمت علیہم - ہمین استقامت کے راستے پر چلا ان لوگونکے راستے پر جنپر تیرے انعام نازل ہوتے رہے + یہ صاف طور پر سمجھ مین آتا ہی کہ یہ راستہ انبیاء اور برگزیدونکا راستہ ہے کیونکہ اللہ تعالے کے انعام سب سے بڑھکر الٰہی لوگونپر نازل ہوئے - جب خدا تعالے ہمین خود یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہمین وہی نعمتین طلب کرنی چاہئین جو پہلے برگزیدون اور انبیاء کو عطا ہوئین تو اسکا صاف اور سیدھا نتیجہ یہ ہی کہ جسکو وہ اس قابل پاتا ہے انکو وہ نعمتین کامل طور پر بھی عطا فرماتا ہے اگر اللہ تعالے کا یہ منشاء ہوتا کہ جو انعامات انبیاء پر نازل ہوئے وہ اور کسی فرد کو نہ دئے جاوین تو کیون یہ دعا سکھائی جاتی جسکے ذریعہ سے ہمین وہ نعمتین طلب کرنی چاہئین اور کیون اس دعا کو ہر ایک مسلمان پر فرض کیا جاتا - نہ ہی یہ کہا جا سکتا ہی کہ ان انعامات سے مراد وہ انعامات ہین جو نبیو نپر نازل ہوئے کیونکہ دنیوی نعمتین اس جگہ کسی صورت مین مراد نہین ہو سکتین - علاوہ ازین اس دعا کے بعد جو الفاظ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین واقع ہوئے ہین وہ اور بھی اس امر پر روشنی ڈالتے ہین کیونکہ ان الفاظ سے جن مین غضب الٰہی اور غلطیون والے راہ کی نفی کیگئی ہی یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمین وہ راہ طلب کرنی چاہئے جو ہر قسم کی غلطیونسے پاک ہو اسلئے ہمکو محض اس بات پر مطمئن نہین ہو جانا چاہئے کہ ہم اگرچہ کسی قدر غلطیونمین پڑے ہوئے ہین لیکن کسیقدر رستہ پر بھی ہین - جو راہ ہمین بتائی گئی ہی وہ راہ کامل راستبازونکی راہ ہی - وہ راہ جسپر چلکر ہم غضب الٰہی کے محرک نہون - وہ راہ جو ہر قسم کی غلطی سے پاک ہو اگر یہ راہ ہمین شیطان کے قابو سے نہین نکال سکتی اور گناہ سے محفوظ نہین کر سکتی تو پھر کیا یہ غرض

اس راہ پر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہو جو عیسائی ہمین بتاتے ہین کہ گناہ کرو اور یسوع کے خون پر بھروسہ رکھو۔ الف میم کو یہ دوسرا راہ آسان تو ضرور نظر آتا ہو گا مگر یہ ہلاکت کا راہ ہے امن اور حفاظت کا راہ صرف ایک ہی ہے جو قرآن کریم نے بنا دیا جسکا جی چاہے اسپر چلکر دیکھ لے۔

ایک اور امر جسکا ہم نے ذکر کیا تھا۔ الف میم کی سمجھ سے بالاتر معلوم ہوتا ہو ہم نے یہ دلیل پیش کی تھی کہ چونکہ سزا گناہ کا لازمی نتیجہ ہو اور چونکہ انبیاء کو اللہ تعالے ہمیشہ کے لئے سزا سے بری قرار دیتا ہے اس لئے انبیاء کو گنہ گار کہنا غلطی ہے۔ الف میم اسکا جواب یہ دیتا ہے کہ اس سے تو صرف یہ معلوم ہوا کہ وہ سزا سے محفوظ تھے اور یہ ثابت نہین ہوتا کہ گناہ سے بھی محفوظ تھے۔ یاد رہے کہ قرآن شریف جس اصول کو سزا کے بارہ مین عام طور پر بیان کرتا ہے وہ یہ ہے من یعمل سوءً یجز بہ جو کوئی بدی کریگا اسکا پاداش اسکو ملکر رہیگا لیکن ایک خاص گروہ کی نسبت وہ ہمین یہ اطلاع دیتا ہے کہ انکے خالص نیک اجر اور سزا سے بریت کا وعدہ اللہ تعالے کیطرف سے پہلے سے ہو چکا ہے جیساکہ ان الذین سبقت لہم منا الحسنیٰ سے ظاہر ہے۔ اگر انکے لئے اللہ تعالے کی نافرمانی اور گناہ کا امکان ہوتا تو ایسا وعدہ انکے لئے نہ ہو سکتا۔ اسلئے چونکہ انکی صورت مین سزا کا امکان نہین اور سزا گناہ کے لئے لازمی جزو ہے اسلئے گناہ کا امکان بھی نہ ہوا۔ امکان سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالے کے علم مین وہ ایسے ہین۔ پھر غور کرو کہ اللہ تعالے فرماتا ہے واللہ لا یحب الظالمین۔ اللہ ظالموں سے محبت نہین رکھتا اور فرماتا ہے وما للظالمین من انصار۔ ظالم کو نصرت نہین ملتی۔ اور پھر فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کہہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تا خدا تمسے محبت کرے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پورے طور پر فرمانبرداری کرتا ہو وہ محبوب الٰہی بن جاتا ہے۔ لیکن ظالم محبوب الٰہی نہین ہو سکتا۔ اسلئے ایسا شخص ظالم نہین ہو سکتا۔ اسلئے اگر آپ کے ایک سچے تابعدار کو یہ مرتبہ حاصل ہو کہ وہ ظالم نہین تو اس امر کے ثابت کرنیکے لئے کہ متبوع بھی ہر عیب سے پاک ہر خطا سے مبرا اور ہر ظلم سے خالی ہے کسی اور دلیل کی حاجت نہین۔ پھر ایسا ہی قرآن کریم یہ بھی فرماتا ہے۔ انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا یعنی ہم رسولونکو اور مومنونکو دنیا کی زندگی مین نصرت بخشتے ہین۔ لیکن قرآن شریف سے یہ بھی ثابت ہے کہ ظالمونکو نصرت نہین دیجاتی اسلئے رسول اور سچے مومن ظالمون مین شامل نہین ہو سکتے۔ کیونکہ انکے لئے صاف صاف وعدہ نصرت الٰہی کا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی نبی کی نسبت لفظ ظلم قرآن شریف مین استعمال بھی ہوا ہے تو بھی وہ نبی ان معنون مین ظالم نہین جن معنون مین انبیاء کے مخالفین کو ظالم کہا گیا ہے۔ یعنی خدا کی

نافرمانی کے معنے مین ظالم نہین ہوگا۔ جو لفظ ظلم کا موٹا مفہوم ہی بلکہ جیسا اسکا خدا کے ساتھ تعلق دنیا سے نرالے رنگ کا ہوتا ہے ویسا ہی اسکا ظلم بھی دنیا سے الگ رنگ کا ہوگا اسکو ہم واضح الفاظ مین پھر بیان کرتے ہین ✣

قرآن شریف مین اللہ تعالے کافرونکے اس اعتراض کے جواب مین کہ ہم ایمان نہین لائینگے جبتک ہم پر بھی رسول کی طرح وحی نازل نہ ہو فرماتا ہے۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسلتہ۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ رسالت کے منصب کے کون قابل ہی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالے جسکو رسول بنانا چاہتا ہے اسے خاص طور پر چنتا ہے اور وہ کوئی معمولی انسان نہین ہوتا بلکہ اللہ تعالے دیکھ لیتا ہے کہ اسکے قوے اس قابل ہین کہ وہ رسالت کے فرایض کی بوجھ کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور اس منصب کے قابل ہی۔ جسوقت وہ دنیا مین بھیجا جاتا ہے اسوقت کی دنیا ان عقائد کو جن کی وہ تعلیم دیتا ہے نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور جن عقائد سے دنیا پیار کرتی ہے اُنکو وہ برا کہتا اور ان کی برائیان بیان کرتا ہے۔ اسلئے دنیا اس کی دشمن ہو جاتی ہے اور اسکے دوست اور پیارے اقربا اسکو چھوڑ دیتے ہین اس کی مخالفت کیجاتی ہے اور اسکو طرح طرح کے دکھ اور ایذائین پہونچائی جاتی ہین۔ دنیا کی تمام طاقتین اس کی اور اس کی تعلیم کی بیخ کنی کے لئے جمع ہو جاتی ہین لیکن وہ ساری دنیا کی کچھ پروا نہین کرتا۔ اور اس کی دھمکیون اور تدابیر کو جو اسکے استیصال کے لئے کی جاتی ہین ہیچ سمجھتا ہے ایک طرف اسکے تمام فوائد اور منافع اور انسانی خواہشات اور خون اور محبت کے گہرے تعلقات اور آرام اور آسایش کی کششین ہوتی ہین اور اسکے بالمقابل دوسری طرف صرف خدا کی فرمانبرداری ہوتی ہے لیکن وہ اللہ تعالی کی رضا کے لئے تمام منافع اور خواہشات کو قربان کر دیتا ہے خوشی سے ساری دنیا کی عداوت اور دشمنی کو قبول کرتا ہے ہر ایک قسم کے تعلق کو توڑ دیتا ہے۔ ہر ایک آرام اور آسایش کو چھوڑ دیتا ہے۔ ہر ایک تکلیف کو اٹھاتا ہے۔ تمام ایذاؤن اور تکالیف کی برداشت کرتا ہے بلکہ موت کو قبول کر لیتا ہے لیکن اسکے دل مین ایک لمحہ کے لئے بھی یہ خیال نہین آتا کہ وہ خدا کی فرمانبرداری کو چھوڑ دے اسکے دل کا تعلق اللہ تعالے کے ساتھ اسقدر مضبوط ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے توڑ نہین سکتی۔ پھر یہ کیسا قابل شرم جھوٹ ہے کہ وہ شخص جو ان تمام امتحانوںمین سے کامیابی کے ساتھ ہو گذرتا ہے تمام تکلیفون اور ایذاؤن کو برداشت کر لیتا ہے تمام منافع کو قربان کر دیتا ہے۔ ہر ایک دنیا کی آسایش کو ہیچ سمجھتا ہے اور دنیا کے تمام تعلقات کو قطع کر دیتا ہے لیکن اللہ تعالے کی فرمانبرداری سے ایک بال برابر انحراف نہین کرتا۔ وہی شخص کسی چھوٹی سی نفسانی غرض کے لئے عمداً خدا کے احکام کو توڑتا اور اسکے

خلاف چلنا ہی چاہیے کیا وہ تمام خواہشات اور منافع اور آسائشون کو قربان کرکے اور تمام تعلقات کو قطع کرکے دنیا پر یہ ثابت نہین کر چکا کہ خدا تعالے کے احکام کے بالمقابل یہ سب چیزین اسپر کوئی اثر نہین کر سکتین۔ اگر اسکے دل مین کوئی کمزوری ہوتی جو بڑی سے بڑی خواہش کے وقت اسکو خدا کی فرمانبرداری سے الگ کر سکتی تو وہ اسوقت ظاہر ہونی چاہیئے تھی جب تمام دنیا اسکی مخالفت مین کھڑی ہو گئی تھی جب دکھون تکلیفونکا کوئی انتہا نہ تھا اور جبکہ اپنے اغراض کے پیچھے چلنے اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنیسے عملی طور پر اسے یہ فائدہ پہونچ سکتا تھا کہ تمام مخالفتین فرو ہو جاتین اور تمام تکلیفون سے نجات ہو جاتی۔ مگر نہین وہ امتحانونکے جلتے ہوئے تنورون مین ڈالا جاتا ہے اور مصایب و شدائد کی کٹھالی مین ڈالکر پاک کیا جاتا ہے اور اس طرح پر یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ اسکے دل مین کوئی کمزوری نہین اور خدا کی فرمانبرداری سے کوئی چیز اسے منحرف نہین کر سکتی اگر خدا کی اطاعت کے لئے اس مین اسقدر فوق الطاقت استقامت اور وفاداری نہ ہوتی تو وہ رسالت کے منصب کے لائق نہ ہوتا اور اللہ تعالے ایسے شخص کو نبی نہ بناتا جسکو وہ ایسا کمزور سمجھتا کہ خدائے تعالے کے احکام کی فرمانبرداری کو چھوڑکر اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی کریگا۔ ایسا آدمی ایک لحہ کیلئے بھی دنیا کی مخالفت کی برداشت نہین کر سکتا اور نہ ان دکھون اور تکلیفونکو اٹھا سکتا ہے جو انبیاء کو اٹھانے پڑتے ہین۔ اس تمام تحقیقات سے ثابت ہوتا ہی کہ انبیاء کی نسبت یہ خیال کرنا کسی طرح جائز نہین کہ وہ خدا کی اطاعت سے پھر جاتے یا اپنی نفسانی خواہشونکے لئے گناہونکے مرتکب ہوتے ہین +

اب ہم حضرت آدم کے متعلق شرک کے الزام کو لیتے ہین پادری ایلسن اپنی دعوی کی تائید مین کشاف اور امام رازی کی تفسیر کو پیش کرتا ہی دونون تفسیرونمین سی ایک دو قول نقل کرکے وہ لکھتا ہی ”اس طرح پر ہم دیکھتے ہین کہ بڑے بڑے مسلمان مفسرین نے ہماری بات کی تائید کرکے اپنی مقدمہ کو ہار دیا ہے،، ہمین بارہا اس مباحثہ کے اثناء مین عیسائی مناظرین کی غلط بیانی کی شکایت کرنیکا موقعہ ہوا ہے مگر تعجب ہے کہ پھر بھی پادریصاحبان اس امر کی طرف کچھ توجہ نہین کرتے۔ پادری ایلسن غلط بیانی کو اختیار کرکے کشاف کے الفاظ سے اپنے مطلب کے موافق ایک نتیجہ نکالتا ہی حالانکہ جو کچھ کشاف نے آگے چلکر لکھا ہی وہ پادریصاحب کے قول کی تردید کرتا ہے۔ کشاف نے پہلے ان معنونکا ذکر کیا ہی جنکے رو سے نفس واحدہ سے حضرت آدم مراد لئے گئے ہین اور جب وہ ان الفاظ کی تفسیر پر پہونچتا ہے۔ لئن اتینا صالحاً لنکونن من الشاکرین فلما اتیھما صالحاً جعلا لہ شرکاء فیما اتیھما۔ تو لکھتا ہی ” اتینا اور لنکونن مین ضمیر کا مرجع وہ دونون اور ان کی اولاد ہے..... جعلا لہ شرکاء یعنی ان کی اولاد نے خدا تعالے کے شریک ٹھیرائے۔ مضاف حذف کرکے اور مضاف الیہ کو اسکے قایمقام کرکے اور ایسا ہی

فیما اتیھما مین یعنی جو کچھ انکی اولاد کو دیا اور اسپر خدائے تعالےٰ کے یہ الفاظ فتعالی اللہ عما یشرکون دلالت کرتے ہین کیونکہ یہان ضمیر جمع لائی گئی ہے اور آدمؑ اور حواؑ شرک سے بری ہین...... ایک اور وجہ یہ ہے کہ اس آیت مین خطاب قریش کو ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مدمقابل تھے اور وہ قصی کی اولاد ہے..... اسصورت مین معنے یہ ہونگے کہ خدا وہ ہے جس نے تمام ایک نفس یعنی قصی سے پیدا کیا اور اسی جنس کی اس کی بیوی بھی بنائی یعنی عربیہ قرشیہ۔ لیسکن الیھا۔ لیکن جب خدا تعالےٰ نے انکو جو مانگتے تھے ایک صحیح سالم بچہ دیا تو پھر وہ اسکے شریک ٹھہرانے لگے کیونکہ انہون نے اپنے چارون بیٹونکے نام عبد مناف۔ عبد العزی۔ عبد قصی۔ اور عبد الدار رکھے اور یشرکون ضمیر ان دونون کیطرف پھرتی ہے اور نیز ان کی اولاد کیطرف جو انکے نقش قدم پر چلے۔ اور یہ نہایت عمدہ تفسیر ہے جس مین کسی قسم کی مشکل نہین"۔ اخیری الفاظ پر پادری الیسن کو خاص طور پر غور کرنا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ کہین اسکے نتیجہ کے عین خلاف بڑے بڑے مسلمان مفسرین نے ان معنونکو پسند تو نہین کیا جو ہم نے اختیار کئے تھے اور جو نتیجہ وہ نکالتا ہے اس کی صاف الفاظ مین یہ کہکر تردید تو نہین کی کہ آدمؑ اور حواؑ شرک سے بری ہین۔ امام رازی صاحب اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے الیسن کے قول کو قول فاسد کہکر اس کی تردید کرتے ہین اور اسکے وجوہات دیتے ہین ان غلط بیانیون کے بعد پادری الیسن بڑی جرات کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کو "شریر مشرکین" مین داخل کرتا ہے (نعوذ باللہ من ذالک)۔ تعجب ہے کہ ایک شخص کو جو خود مشرک ہے اور ایک یہودی کو خدا سمجھ رہا ہے اسقدر دلیری ہو کہ خدا کے ایک برگزیدہ نبی کو شریر مشرک کہے اسی نبی کو جس کی نسبت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ثم اجتبٰہ ربہ فتاب علیہ وہدیٰ۔ خدا نے اسے برگزیدہ بنایا اور اسپر رجوع برحمت کیا اور اسکو سیدھے راہ پر چلایا۔

اب ہم الف میم کے بعض اعتراضات پر غور کرتے ہین وہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ان الفاظ ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منہا زوجہا کی صورت ہی ایسی ہے کہ ان سے سوائے آدمؑ کے اور کچھ مراد نہین ہوسکتی اور اس کی تائید مین سورہ نساء کی اس آیت کو پیش کرتا ہے۔ ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منہا زوجہا جس سے مفسرین نے عموماً حضرت آدم کو ہی مراد لیا ہے۔ اسکے علاوہ وہ ایک حدیث پیش کرتا ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ حواؑ حضرت آدم کی پسلی سے پیدا ہوئین اور ایک اور حدیث کو پیش کرتا ہے جسکا مضمون یہ ہی کہ آدمؑ نے اپنے لڑکے کا نام عبد الحارث رکھا تھا۔ اور جلالین کے مصنف کی رائے کو بھی پیش کرتا ہی۔ جہانتک مفسرین کی رائے ہی اول تو ہم اسکے پابند نہین اور دوسرا کوئی مفسر حضرت آدم کو اس طرح مشرک نہین سمجھتا جس طرح کہ الیسن اور الف میم پبلک کو یقین دلانا چاہتے ہین۔ باقی رہین حدیثین سو آج تک اہل اسلام نے قران شریف

برابر انکو نہین مانا اور اسلئے جو حدیث قرآن کریم کے مخالف ہوگی وہ ردّ کیجاویگی۔ اسلئے صرف قرآن شریف کے الفاظ ہی زیر بحث ہین اس سے پہلے ہم مفصل بیان کر چکے ہین کہ قرآن کریم کے الفاظ کے معنے کرنے مین کس اصول کو مدنظر رکھنا چاہئیے۔ اگر ایک جگہ ایک لفظ یا فقرہ استعمال کرکے ایک معنی مراد لئے گئے ہین تو یہ اس امر کی دلیل نہین کہ دوسری جگہ جہان اس لفظ یا فقرہ کا استعمال ہوا ہو وہان بھی وہی معنے مراد لئے جاوینگے جس اصول کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ ایسے معنے قرآن شریف کے الفاظ کے کئے جاوین۔ جس سے مختلف حصونمین اختلاف واقع نہ ہو۔ الفاظ اور فقرات اکثر اوقات مختلف معانی کے متحمل ہوتے ہین اور اس بات کا فیصلہ کرنیمین کہ ہمین کسی خاص موقعہ پر کونسے معنے لینے چاہئے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان معنونسے قرآن شریف کے کسی اور حصّہ کی تردید نہ ہوتی ہو نہ یہ کہ انہین الفاظ کے کسی اور جگہ جو معنے لئے گئے ہون انکے علاوہ دوسرے معنے ہی نہ لئے جاوین۔ موخر الذکر قاعدہ کی پابندی کرنا نہ صرف زبان کی وسعت معنی کا انکار کرنا ہے بلکہ قرآن کریم کے بعض حصونمین بعض سے اختلاف ڈالنا ہے اسلئے سب سے پہلے یہ امر غور طلب ہے کہ آیا قرآن شریف ہمین یہ اجازت دیتا ہے کہ ایک نبی کیطرف شرک منسوب کرین مفصلہ ذیل آیات پر غور کرو۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ (خدا شرک کو نہین بخشتا) ومن یشرک باللہ فقد ضل ضلالا بعیدا۔ (جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ سخت گمراہی مین پڑجاتا ہے) انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماویہ النار وما للظالمین من انصار (جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ تعالےٰ اسپر جنت کو حرام کردیتا ہے اور اسکا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالمونکا کوئی مددگار نہین) ومن یشرک باللہ فقد افتری اثما عظیما (جو شخص اللہ سے شرک کرتا ہے وہ گناہ عظیم کا افترا کرتا ہے) ہم عیسائی صاحبان سے درخواست کرتے ہین کہ وہ اس امر پر غور کرین اور ایک سچے طالب حق کیطرح اور خدا کے خوف کو دل مین جگہ دیکر غور کرین کہ ان آیات کے وعید انبیاء علیہم السلام کے لئے ہو سکتے ہین افسوس ہے کہ ان لوگون نے انبیاء کی حقیقت کو کچھ بھی نہین سمجھا اور کیونکر سمجھ سکتے ہین جب وہ روحانیت سے اسقدر دور جا پڑے ہین کہ مردہ پرستی مین گرفتار ہوگئے ہین۔ ان آیات کے مطابق مشرک مفتری ہے جسپر جنت حرام اور جسکا گناہ معاف نہین ہو سکتا۔ کیا ایک پیغمبر کو خود خدا تعالےٰ مفتری ٹھہراتا اور دوزخ اسکی جگہ قرار دیتا ہے؟ نعوذ باللہ من ذلک۔ یہی وجہ ہے کہ خواہ مفسرین نے الفاظ زیر بحث کے کوئی معنے اختیار کئے ہون۔ انہون نے حضرت آدم کو شرک سے بری سمجھا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ عیسائی اپنے ایمان کی کمزوری کے سبب سے جسکی بنا قصون اور کہانیون پر ہے اور سچے ایمان کے نشانون سے بالکل خالی ہے۔ یہ سمجھ ہی نہین سکتے کہ انبیاء کا ایمان اللہ تعالےٰ پر کسقدر مضبوط اور زندہ ایمان ہوتا ہے اور انکا تعلق اللہ تعالےٰ کے ساتھ کیسا گہرا اور طاقتور ہوتا ہے۔ ہمین بعض اوقات یہی خیال گذرتا ہے۔

کہ انبیاء علیہم السلام کو ان لوگون کا برا بھلا کہنا اسقدر کینہ کے سبب سے نہین جتنا جہالت کے باعث ہے۔
کیونکہ انہون نے اس شخص کو بھی باہر نہین چھوڑا جسکو وہ خدا بنا رہے ہین۔ عجیب مسئلہ نجات کا ایجاد
کیا ہے کہ اس کی خاطر نہ صرف تمام انبیاء کو ہی گنہگار ٹھہرانا پڑا بلکہ یہ بھی جزو ایمان ٹھہرانا پڑا
کہ یسوع نعوذ باللہ ملعون ہوا اور تین دن تک خدا کی لعنت کے نیچے رہ کر خدا سے بیگانہ بلکہ خدا سے
بیزار اور خدا کا دشمن رہا۔ انکو معلوم نہین کہ انبیاء کے دلون کا خدا سے کیا تعلق ہوتا ہے اور اس لئے
ناواقفیت کے سبب جو منہ پر آتا ہے کہدیتے ہین۔ اگر انکو اس گہرے تعلق کی کچھ بھی خبر ہوتی
جو انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالے سے ہوتا ہے۔ اور جو تعلق ہر ایک انسان کو پیدا کرنے کی کوشش
کرنی چاہئے تو کبھی یہ جرأت نہ کرتے کہ اس قسم کی بیباکی اور گستاخی کے الفاظ منہ سے نکالتے اصل
مین جن لوگون نے انبیاء کے بعض افعال کے متعلق ٹھوکر کھائی ہے اپنی بے علمی اور اللہ تعالے
سے بعد کے باعث ہی کھائی ہے جن لوگون کو اللہ تعالے سے کچھ بھی تعلق ہے وہ خوب سمجھتے
ہین کہ ان انبیاء کو جن کی برکت سے انہین وہ تعلق حاصل ہوا ہے کسقدر اعلے درجہ کا اور گہرا
تعلق اللہ تعالے سے ہوتا ہے جب ایک شخص خود اپنے نفس پر اس واقعہ کا مشاہدہ کرتا ہے
کہ ایک مقدس اور برگزیدہ نبی کی پیروی اور اسکی برکات سے وہ اس اعلے درجہ کے روحانی
مقام پر پہونچ جاتا ہے جہان وہ شیطان کی طاقت سے آزاد اور محض اللہ تعالے کے
تصرف مین ہو جاتا ہے تو اس مشاہدہ کے بعد وہ کیونکر یہ وہم بھی کر سکتا ہے کہ وہ برگزیدہ انسان
جس کی برکات سے ایک تھوڑا سا حصہ پاکر وہ اس اعلے مقام روحانیت پر پہونچ گیا ہے
شیطان کے تصرف مین رہا اور نفسانی جذبات کے ماتحت ہوکر خدا کے حکمون کی خلاف ورزی
کرتا رہا۔ اور پھر وہ بھی قرآن شریف کے صریح اور صاف الفاظ کے ہوتے ہوئے جو فرماتا ہے "ان
عبادی لیس لک علیہم سلطان"۔ جو گناہ حضرت آدم کیطرف منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ اس قسم
کا ایک قبیح فعل ہے کہ کوئی معمولی مسلمان بھی جسکو اللہ تعالے کی ہستی پر کچھ بھی یقین حاصل ہے اسکا مرتکب
نہین ہو سکتا چہ جائیکہ ایک برگزیدہ نبی کیطرف اسے منسوب کیا جاوے جو توحید کے وعظ اور
تعلیم کے لئے دنیا مین بھیجا جاتا ہے اور جسکا تعلق خدا تعالی سے ایسا ہوتا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت
اسے توڑ نہین سکتی۔ ہر ایک نبی کا سب سے پہلا اور اہم فرض دنیا مین آنیکا توحید الہی کا پھیلانا اور
شرک کی بیخ کنی کرنا ہی رہا ہے۔ کیونکہ شرک ایک ایسی بری چیز ہے جسپر سب سے بڑھکر اللہ تعالی
کا غضب ہے اور یہ عیسائیون کا ہی خیال ہے کہ کسی نبی کو بھی شرک کا مرتکب سمجھین کیونکہ وہ اپنے
نبی کو بھی ایسا ہی سمجھتے ہین کہ اس نے خدا سے برابری کا دعوے کیا اور دوسرون کو نہین تو اپنے آپکو
خدا کا شریک بنایا۔ قرآن کریم ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے کہ ہر ایک نبی کا سب سے پہلا پیغام

دنیا مین خدا کی توحید ہی رہا ہے چنانچہ فرماتا ہے - یٰقوم اعبدوا اللّٰہ مالکم من الٰہ غیرہ (اے میری قوم خدا کی عبادت کرو - اسکے سوا اور کوئی معبود تمہارا نہین) لاتشرکوا باللّٰہ (اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ) - ءالٰہ مع اللہ - (کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہوسکتا ہے -) ایسا ہی کثرت سے اور آیات موجود ہین اور قوم کیا جواب دیتی ہے اجئتنا لنعبد اللہ وحدہ ونذر ماکان یعبد آباؤنا فاتنا بما تعدنا ان کنت من الصادقین - کیا تو اسلئے آیا ہے کہ ہم اکیلے خدا کی پرستش کرین اور ان اپنے معبودونکو چھوڑ دین جنکی ہمارے آباؤ اجداد پرستش کرتے چلے آئے ہین اگر تو سچا ہے تو وہ عذاب لا جسکا تو وعدہ کرتا ہے اب اگر خود نبی ہی خدا کے ساتھ اورونکو معبود بناتے تھے تو پادری صاحبان بتائین کہ یہ عذاب کس پر آنا چاہئے آیا نبی اور اسکے ساتھیون پر - یا انکے مخالفین پر - یا ہر دو پر - اگر اب بھی یہ لوگ اپنی غلطی کو نہین سمجھ سکتے - تو پھر کوئی ذریعہ نہین کہ ہم انکو سمجھا سکین +

الفاظ "خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منہا زوجہا" اور انکے قریب قریب الفاظ جو سورہ نساء مین واقع ہوئے ہین انکے متعلق الف میم مانتا ہے کہ دونون جگہ مین آدمؑ کا نام نہین اور ہم تسلیم کرتے ہین کہ سورہ نساء مین مفسرین کی رائے کا رجحان اسی طرف ہے کہ ان الفاظ سے مراد حضرت آدم ہی ہین لیکن بعض لوگون نے یہ بھی خیال کیا ہے کہ الناس سے جو ان الفاظ کے پہلے واقع ہوا ہے مراد صرف اہل مکہ ہی ہین اور اسپر آیت کا آخری حصہ واتقوا اللّٰہ الذی تساءلون بہ والارحام شاہد ہے کیونکہ عرب مین ہی خصوصیت سے یہ محاورہ بولا جاتا ہے "انشدک اللّٰہ والرحم" مین تجھے خدا کی اور رحم (قرابت) کی قسم دیتا ہون - لیکن ہمین اس بحث سے کچھ سروکار نہین - ہم کہتے ہین کہ یہ الفاظ عام ہین اور ان سے مراد حضرت آدم یا کوئی اور ہوسکتا ہے جسپر ان لفظونکا اطلاق ہوسکے - خالی الفاظ سے پورے یقین سے کوئی تعیین نہین ہوسکتی اور اس امر کے فیصلہ کے لئے بہت سارے دوسرے وجوہات پر غور کرنا ضروری ہے - چنانچہ بڑی وجہ جسکے سبب سے سورہ نساء مین مراد حضرت آدم لئے گئے ہین یہ ہے کہ اسجگہ خطاب یہ ہے یاایہا الناس اتقوا ربکم - اے لوگو اپنے خدا سے ڈرو - اور یہ خطاب عام سب دنیا کے لئے ہے - اسلئے الناس سے مراد صرف اہل مکہ نہین ہوسکتے بلکہ کل دنیا مراد ہے - برخلاف اسکے سورہ اعراف کے ان الفاظ مین جو زیر بحث ہین یہ وجہ موجود نہین اور نہ صرف یہی بلکہ صاف الفاظ مین الفاظ زیر بحث کے پہلے اور پیچھے مشرکین عرب کو خطاب کیا گیا ہے چنانچہ اس سے پہلا رکوع اس طرح شروع ہوتا ہے - والذین کذبوا بایاتنا سنستدرجہم من حیث لا یعلمون جن لوگون نے ہماری آیتون کی تکذیب کی ہے انپر بتدریج ہم اپنا عذاب ایسی راہ سے لائینگے جسکو وہ نہین جانتے واملی لہم ان کیدی متین - اور مین انکو ڈھیل دے رہا ہون میری تدبیر بڑی مضبوط ہے یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰہا یعنی اس عذاب کی گھڑی کا وقت پوچھتے ہین کہ وہ کب آئیگی جواب

ملتا ہی کہ کبھی آئیگی ضرور مگر اسکا علم اللہ تعالےٰ کو ہی ہے کہ کب آئے گی۔ جب آئے گی تو ناگہان ہی آئے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ سب خطاب مخالفین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی۔ پھر اسی خطاب کے اثنا مین فرماتا ہے۔ ہوالذی خلقکم الخ۔ جو آیات متنازعہ فیہا ہین جن کا ترجمہ یہ ہے۔ وہی خدا ہے جسنے تمہین ایک نفس سے پیدا کیا۔ اور اسکی جنس سے اسکی بیوی بنائی۔ ....

.... لیکن جب خدا نے انکو صالح بچہ دیا تو وہ اسکے ساتھ شریک ٹھہرانے لگے۔ اس چیز مین جو انکو دی مگر بلند تر ہے خدا اس سے جو یہ لوگ اسکے ساتھ شریک ٹھہراتے ہین انکو جو کچھ پیدا نہین کرسکتے اور خود پیدا کئے گئے ہین۔ اور نہ اپنے پرستارون کی مدد کرسکتے ہین اور نہ اپنی مدد کرسکتے ہین اور اگر تم ان لوگون کو ہدایت کیطرف بلاؤ تو تمہارے پیچھے نہین چلتے برابر ہے تمہارے لئے کہ تم انکو بلاؤ یا خاموش رہو۔ یقیناً وہ جنکو تم خدا کے سوا بلاتے ہو تمہاری طرح مخلوق ہین۔ پس ان کو بلاؤ اگر تم سچے ہو تو چاہیئے کہ وہ تمکو جواب دین ...... کہو بلاؤ ان اپنے شرکاء کو پھر جب تدابیر کرلو اور مجھے کچھ مہلت بھی نہ دو یقیناً میرا کارساز خدا ہے جس نے مجھپر وحی نازل کی ہی۔ اور وہی اپنے صالح بندون کا متولی ہوتا ہی اور وہ جنہین تم اسکے سوا بلاتے ہو نہ وہ تمہاری کچھ مدد کرسکتے ہین اور نہ اپنی ہی مدد کرسکتے ہین۔

جو شخص ان آیات کو غور سے پڑھیگا اسپر واضح ہوجائیگا کہ انمین ایک ہی مضمون پر بحث کی گئی ہے اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کا شرک اور اسکی سزا ہی اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ بت جنکو وہ خدا کے شریک ٹھہراتے ہین وہ نہ خود تباہی سے بچینگے اور نہ اپنے پرستارون کو بچا سکینگے۔ بفرض محال اگر حضرت آدم شرک کے مرتکب ہوئے بھی ہون تو کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین مین داخل تھے جوانکا ذکر اس مضمون مین کیا گیا۔ قرآن کریم دو جماعتون کا ذکر کرتا ہے ایک انبیاء علیہم السلام اور ایک انکے مخالفین۔ انبیاء علیہم السلام خدا کی توحید اور راستبازی کا پیغام لاتے ہین اور انکے مخالفین انکا مقابلہ کرتے ہین اور انکے انذار کی کچھ پرواہ نہین کرتے اسلئے جب انبیاء علیہم السلام کو بہت تکلیفین اور دکھ دئے جاتے ہین اور انکے کام مین طرح طرح کی روکین ڈالکر اسکو بند کرنے کی کوشش کیجاتی ہے تو وہ عذاب الہی جسکا پہلے سے وعدہ ہوچکا ہوتا ہے انبیاء علیہم السلام کے مخالفین پر نازل کیا جاتا ہی اور نصرت الہی انبیاء علیہم السلام کے شامل حال ہوتی ہے۔ ہر ایک پیغمبر کا ذکر جو قرآن کریم مین ہوا ہے وہ اس عام اصول کی ایک تشریح ہے۔ اور ان آیات مین جو آیات زیر بحث کے پہلے اور پیچھے ہین ایسا ہی عذاب کا ایک وعدہ دیا گیا ہے۔ یہ دراصل پیش گوئی ہی کہ تمام بت ہلاک کئے جائینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخر کار اپنے مخالفین پر فتحیاب ہونگے اور آپ کے مخالفین ذلیل و خوار ہونگے اور اسکے اندر حضرت آدم کے ذکر کو داخل سمجھنا محض حماقت ہی۔ الف ہیم نے یہ بھی لکھا ہی کہ امام رازی نے دوسری جگہ

جہان مخالفین کے اعتراضونکا ڈر نہین تھا سچی بات کا بھی اعتراف کر لیا ہے ہم پوچھتے ہین کہ کیا رازی نے کہین اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ حضرت آدم شرک کے مرتکب ہوئے ہرگز نہین بلکہ ایک اور بحث کرتے ہوئے اتفاقاً انہون نے یہ بھی لکھ دیا ہو کہ آیت ہوالذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منہا زوجہا سے آدمؑ اور حواؑ مراد ہین لیکن وہان انہون نے نہ ان معنونپر کوئی بحث کی ہو اور نہ اسکی تائید نہ اسکے خلاف دلائل پر غور کیا ہے لیکن جب اس آیت کی تفسیر پر پہنچے ہین اور ان دلایل پر غور کیا ہے جو مختلف معنون کی تائید مین یا انکے خلاف پیش ہو سکتی ہین تو انہون نے اسی معنے کو اختیار کیا ہے جو ہم نے بیان کئے ہین۔ علاوہ ازین بعض مفسرین نے نفس واحدہ سے حضرت آدم کو بھی مراد لیا ہے لیکن وہ آیت کے اخیری حصے کی جہان شرک کا ذکر ہے اور تفسیر کرتے ہین جیسا کہ ہم نے کشاف کے حوالے سے اوپر لکھا ہے یہ کوئی تعجب کی بات نہین کہ ان الفاظ کے معنون کے متعلق مختلف رائین ہون بلکہ ہم اوپر یہ بھی دکھلا چکے ہین کہ سورہ نسار مین ایسے ہی الفاظ جہان آتے ہین انکے متعلق بھی مفسرین مین اختلاف رائے۔ ہے +

اسکے بعد الف ہیم ایک حدیث پیش کرتا ہے لیکن ہم لکھ چکے ہین کہ کوئی حدیث جو قرآن کی مخالف ہوگی ہم اسکو نہین مانتے۔ قرآن شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرماتا ہو۔ قل یا ایہا الکافرون لا اعبد ما تعبدون۔ یعنے اے کافرو مین ہرگز اس چیز کی عبادت نہین کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو ان الفاظ مین قرآن شریف نے گویا ہر نبی کی فطرت کا نقشہ کھینچ دیا ہے اور یہ الفاظ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر چسپان ہین ویسے حضرت آدم پر بھی چسپان ہین ایسا ہی حضرت یوسف ع قیدیونکو مخاطب کرکے فرماتے ہین ماکان لنا ان نشرک باللہ من شئی۔ یعنے یہ کب ہو سکتا ہے کہ ہم یعنی گروہ انبیار اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرین۔ تمام نبی ایک جماعت کے حکم مین ہین اور جو نقشہ قرآن شریف کسی ایک نبی کا کھینچتا ہے وہ ساری جماعت کا نقشہ ہے۔ ایسا ہی جہان قرآن شریف عباد الرحمن کے صفات بیان کرتا ہو۔ تو ایک صفت ان کی یہ بیان فرماتا ہے۔ والذین لا یدعون مع اللہ الٰہ آخر۔ اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہین پکارتے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ انبیار سب سے پہلے عباد الرحمن مین شامل ہین اور اسلئے جب حضرت آدم نبی ہین ثابت ہوا کہ انہون نے شرک نہین کیا ہم خیال نہین کرتے کہ کون سمجھدار آدمی قرآن شریف کے ان صاف اور صریح الفاظ کے بالمقابل اب بھی حضرت آدم کو شرک کا مرتکب سمجھیگا +

"حضرت مسیح کی قبر سرینگر مین"

بخدمت جناب اڈیٹر صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -

آپ کے نومبر اور دسمبر کے پرچہ مین بندہ نے لاہور کے ایک پادری وائیٹ برکٹ کی قبر مسیح کی نسبت چند غلط بیانیونکو ظاہر کیا تھا - اس نے حضرت مسیح کی قبر کے لئے ایک نیا نام تجویز کرکے لوگونکو دھوکہ دینا چاہا تھا پہلے تو اس نے لکھا کہ اس مقبرہ مین دو قبرین ہین - بڑی جو شمالی طرف ہی نبی یوز آسف کی قبر بیان کیجاتی ہی اور چھوٹی قبر سید نصیر الدین کی قبر کے نام سے مشہور ہے - مگر دوسری چھٹی مین اس نے اپنا پہلو بدل لیا اور کہا کہ یوز آسف کا نام مرزا صاحب کے مریدون نے لوگونکو سکھایا ہے - لوگون کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سید نصیر الدین کی قبر ہے یہ پادری صاحب کیطرفسے ایک غلط بیانی تھی اور عمداً انہون نے اسکا ارتکاب کیا - انہون نے دیکھا کہ یہ مصلحت نہین کہ اس قبر کو نبی یوز آسف کی قبر تسلیم کیا جاوے - کیونکہ اول تو یہ نام ہی عبرانی معلوم ہوتا ہے - دوسرا اس نبی یوز آسف کی نسبت ایسے امور بیان کئے جاتے ہین جنسے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح ہی تھے جو کشمیر مین یوز آسف کے نام سے مشہور رہے اس لئے انہون نے یہ مناسب دیکھا کہ اس قبر کو ایک اسلامی قبر ثابت کیا جاوے اور ایک اسلامی نام اس قبر والے کیلئے تجویز کیا جاوے - مگر ایسا ثابت کرنا کوئی آسان بات نہ تھی - لیکن یکایک انکے دلمین یہ خیال آیا کہ نبی یوز آسف کی قبر کے پاس ہی سید نصیر الدین کی قبر ہی آؤ یہی نام چھوٹی قبر والے سے منتقل کرکے بڑی قبر والے کو دیدیا جاوے اسمین کوئی بڑا ہرج نہین صرف ذراسی بددیانتی کا ارتکاب کرنا پڑے گا مگر کیا ہے مین یہ کام اپنے نفس کیلئے نہین کرتا - خداوند یسوع کا جلال ظاہر کرنے کے لئے کرتا ہون اور ہمارے بزرگ بھی ایسا کرتے رہے ہین خداوند یسوع کا خون یقیناً اس گناہ کو دھو دیگا - اگر یہ بات بن گئی تو بڑی کامیابی ہی - جب یہ ثابت ہوگیا کہ یہ قبر جسکی نسبت اتنا جھگڑا ہے یہ یوز آسف کی قبر نہین بلکہ سید نصیر الدین کی قبر ہے تو یہ خیال کرنیکی گنجایش نہ رہے گی کہ حضرت مسیح علیہ السلام یہان مدفون ہین - آخر پادری صاحب نے جرأت کرکے یہ ظاہر کیا کہ یہ تو سید نصیر الدین کی قبر ہے - وہان کے لوگون نے یہی شہادت دی ہے پس میرے نزدیک اس بزرگ کا نام غالباً سید نصیر الدین تھا - بڑے افسوس کی بات ہی کہ انجیل کی مناوی کرنیوالے اس قسم کی غلط بیانیونکے مرتکب ہون پادری صاحب سرینگر کے لوگون نے تو آپکو یہ نہین کہا تھا کہ اس بزرگ کا نام جسکی نسبت جھگڑا ہے سید نصیر الدین ہی انہون نے تو آپکو صاف بتلایا تھا کہ اس بزرگ کا نام نبی یوز آسف ہی اور سید نصیر الدین اس دوسرے شخص کا نام ہی جو پاس کی چھوٹی قبر مین مدفون ہی آپ انکی شہادت کو کیون عمداً بگاڑتے ہین آپ جانتے ہین کہ ہماری بحث تو بڑی قبر کی نسبت ہے جسکو لوگون نے نبی یوز آسف کی قبر بیان کیا - نومبر اور دسمبر کے پرچہ مین مین نے پادری صاحب

سے دریافت کیا کہ انہون نے کیون لوگون کی شہادت کو بگاڑا اور کیون جان بوجھکر قبر یوز آسف کے لئے ایک غلط نام تجویز کیا۔ میری چھٹی کا انہون نے اپنی فتنی مین جواب الجواب تو چھپوایا ہے مگر اس معاملہ مین بالکل خاموشی اختیار کی ہے۔ میرے اس سوال کا کہ کیون انہون نے لوگون کی شہادت کو بگاڑا۔ اور عمداً ایک غلط نام بڑی قبر والے کو دیا کوئی جواب نہین دیا اور نہ کوئی اس امر کا جواب ہو سکتا تھا کیونکہ یہ الزام بڑی صفائی کے ساتھ ان پر عائد ہوتا تھا + مگر پادری صاحب کو اس جواب الجواب مین ایک اور مشکل امر پیش آگیا۔ آپکو اپنی چھٹی کے عنوان مین قبر کا نام لکھنا پڑا۔ چھٹی کے اندر تو وہ بغیر صراحتہً نام لینے کے بھی کام چلا سکتے تھے۔ مگر عنوان مین قبر کا نام لکھنے سے اُن کو چارہ نہ تھا۔ اس سے پہلی چھٹی کا عنوان یہ تھا "سید نصیر الدین کی قبر واقع سرینگر"۔ اگر وہ اس دفعہ کوئی اور نام عنوان خط مین لکھتے تو یہ سمجھا جاتا کہ آپنے اپنی غلط بیانی کا اقرار کر لیا ہے اسی لئے اب نام بھی بدلا لیا ہے اس طرح آپ کو دوہری ذلت پیش آتی۔ ایک تو صریح غلط بیانی کا ارتکاب دوسرا اپنے قصور کا اقرار۔ اسلئے اگرچہ پادری صاحب سے کچھ جواب بن نہین پڑا کہ کیون انہون نے غلط نام عمداً اختیار کیا اور اگرچہ چھٹی کے اندر انہون نے ایکدفعہ بھی اس قبر کو سید نصیر الدین کی قبر نہین کہا مگر پھر بھی دوہری ذلت سے بچنے کے لئے اپنی آخری چھٹی کے عنوان مین سید نصیر الدین کا نام لکھ ہی دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ غلط بیانی کی عادت پادری صاحبان کی طبیعت مین ایسی رچی ہوئی ہے کہ انکو کتنی ہی ملامت کرو وہ اس عادت کو چھوڑ نہین سکتے۔ اس پادری نے اول تو عمداً ایک غلط نام اختیار کیا اور جب اسکی اس چالاکی کو دکھلایا گیا اور اس سے جواب طلب کیا گیا کہ کیون تم نے عمداً اس غلط بیانی کا ارتکاب کیا تو اس نے سکوت اختیار کیا اور لاجواب رہ کر اپنے قصوروار ہونیکا ثبوت بھی دیدیا۔ مگر باایں ہمہ چھٹی کے عنوان مین سید نصیر الدین کا نام لکھنے سے باز نہ آیا۔ آیندہ مین امید کرتا ہون کہ پادری صاحب اس نام سے بالکل اجتناب کرینگے اور چھٹیونکے عنوان مین بھی اس نام کے لکھنے سے باز آجائینگے۔ یا اگر لکھینگے تو ساتھ وجہ بھی بیان کرینگے کہ کیون انہون نے یہ نام اختیار کیا اور کیون دھینگا دھانگی سے چھوٹی قبر والیکا نام بڑی قبر والے کو دیدیا۔ اور یہ بھی بتائینگے کہ کیون انہون نے اہل سرینگر کی شہادت کو بگاڑا۔ انہون نے کب کہا تھا کہ بڑی قبر والے کا نام سید نصیر الدین ہے +

اب مین پادری صاحب کی چھٹی کے عنوان کو چھوڑ کر ان کی چھٹی کے اصل مضمون کیطرف آتا ہون وہ اپنی چھٹی مین دو باتون پر بحث کرتے ہین۔ اول یہ کہ اگر یوز آسف بُشری یعنی انجیل کا وعظ کرتے تھے اور انجیلی تعلیم لوگونکو دیتے تھے۔ اور انجیلی مثالین لوگونکو سناتے تھے تو صرف اتنی بات سے کسطرح ثابت ہو گیا کہ وہ حضرت مسیح خود تھے۔ ممکن ہے کہ انکا کوئی شاگرد ہو۔ دوم وہ یوز آسف اور بدھ ایک ہی شخص ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہین وہ بیان کرتے ہین کہ سینٹ جوزافٹ (یوز آسف) کا جو قصہ یورپ مین مروج ہے اسمین بہت سے واقعات بدھ کے حالات سے ملتے جلتے ہین اسلئے یوز آسف اصل مین بدھ ہی تھا اور یوز آسف لفظ بودی ستوا کا بگڑا ہوا ہے جو بدھ کا

ایک خطا ہے - مین پادریصاحب کی دوسری بات کو اوّل لیتا ہون + جن لوگون نے یہ خیال کیا ہی کہ یوز آسف
اصل مین بدھ ہی کا نام ہی اور یہ لفظ بودی سَتوا سے بگڑ کر بنا ہے انکو یوز آسف کی نسبت اتنا ہی علم تھا -
جتنا کہ انکو سینٹ جوز افٹ کے قصہ سے معلوم ہوا اس سے بڑھکر کوئی علم نہ تھا اور جب انہون نے دیکھا
کہ اسکے قصّہ کے بعض واقعات بدھ کے قصہ سے کچھ مشابہت رکھتے ہین تو انکو یہ خیال پیدا ہوا کہ یوز آسف اور بدھ
ایک ہی آدمی کے دو نام ہین انہون نے اس امر کی کچھ پروا نہ کی کہ یوز آسف اور گوتم بدھ ان دونوںکے نامون
مین کچھ بھی مشابہت نہین اور خیال کر لیا کہ یوز آسف بودی ستوا کا بگڑا ہوا ہوگا اگر انکو معلوم ہوتا کہ یوز آسف
ایک الگ شخص کا نام ہی جو اپنا مستقل وجود رکھتا ہے تو وہ یہ کبھی خیال نہ کرتے کہ یوز آسف بدھ کا ہی دوسرا
نام ہے + اب ایسے نئے امور پیدا ہوگئے ہین جنسے ثابت ہوگیا ہے کہ یوز آسف خود ایک الگ آدمی نبا ہین
گذرا ہے - اب ہمارا انحصار صرف سینٹ جوز آفٹ کے قصون پر نہین ہی بلکہ الگ اور نئی راہون سے ثابت
ہوگیا کہ درحقیقت کشمیر مین ایک شخص مغرب کیطرف سے آیا تھا جس نے اپنا نام یوز آسف ظاہر کیا اور جو انبیاء
بنی اسرائیل مین سے ایک نبی تھا - حضرت مرزا صاحب کو سینٹ جوز آفٹ کے قصہ کی کچھ بھی خبر نہین تھی
کہ انکو خبر ملی کہ سرینگر کے محلہ خان یار مین ایک نبی یوز آسف کی قبر ہے - نبی کے لفظ نے انکی توجہ کو اس قبر
کیطرف کھینچا کیونکہ یہ لفظ صاف بتلا رہا تھا کہ یہ کوئی اسرائیلی نبی ہے - مزید تحقیقات پر معلوم ہوا کہ درحقیقت
یہ نبی ملک شام کیطرف سے اس ملک مین آیا - اور اسکو آئے قریبًا انیس سو برس ہوگئے ہین - پھر معلوم ہوا
کہ یہ افغان اور کشمیری بنی اسرائیل ہین - دوسریطرف جب نظر اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ انیس سو برس
ہوئے کہ ملک شام مین حضرت مسیح کو ایک ایسا واقعہ پیش آیا جسکی وجہ سے انکو ملک شام سے ہجرت
کرنی پڑی - ان سب امور کو جب یکجائی نظر سے دیکھا تو فورًا ہماری طبیعتین اسطرف جھک گئین کہ یہ
شہزادہ نبی جنکا محلہ خانیار مین مزار ہے وہی حضرت مسیح ہین جو ملک شام سے ہجرت کر آئے تھے - اور
حضرت داؤد کی نسل سے ہونیکی وجہ سے اپنے تئین شہزادہ کہا کرتے تھے - غرض میری اس بیان سے یہ
ین یوز آسف کا پتہ سینٹ جوز آفٹ کے قصہ سے نہین ملا بلکہ ایک الگ راہ سے ہم نے انکا کھوج
ہے - جس سے ثابت ہوتا ہی کہ یوز آسف اور بدھ دو الگ الگ آدمیون کے نام ہین ایک ہی آدمی کے
م نہین ہین - اب پادریصاحب اور میرے درمیان امر تنقیح طلب یہ ہی کہ آیا سرینگر کی قبر درحقیقت یوز آسف
دی قبر ہی یا نہین اگر یہ یوز آسف کی قبر ہے تو یوز آسف اور گوتم بدھ دو الگ الگ آدمی ہین اور اگر یہ قبر یوز آسف
کی قبر نہین ہی تو پادریصاحب کا اختیار ہی کہ یوز آسف اور بدھ کو ایک ہی شخص کے دو نام مان لین - اس امر کا صریح
ثبوت ہمارے پاس موجود ہی کہ یہ نبی یوز آسف کی قبر ہے + پادریصاحب قبول کرتے ہین کہ اس قبر کے مجاورین اور
دوسرے لوگون نے بیان کیا کہ یہ نبی یوز آسف کی قبر ہی ہمارے پاس بیس پچیس خواندہ اور قابل اعتبار آدمیونکی تحریری
گواہیان موجود ہین اور ناخواندہ آدمیونکا تو کوئی شمار ہی نہین جو شہادت دیتے ہین کہ یہ شہزادہ نبی یوز آسف کی قبر ہ

کشمیر کی تاریخون مین بھی اس قبر کا ذکر ہے - اور ان مین لکھا ہی کہ اس شہزادہ نبی کا نام یوز آسف تھا مین نے
اپنی پچھلی چھٹی مین تاریخ اعظمی کشمیر کا حوالہ دیا تھا - پادری صاحب اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہین
کہ اگر تاریخ اعظمی کشمیر کا مصنف یوز آسف کا نام لکھتا ہے تو یہ مرزا صاحب کے کچھ مفید مطلب نہین کیونکہ وہ یہ
نہین لکھتا کہ اس قبر والے کا نام یوز آسف ہی + مین کہتا ہون کہ پادریصاحب نے محض دھوکہ دہی کے راہ
سے یہ لکھا ہی کیونکہ مین نے تاریخ اعظمی کی عبارت کا ترجمہ نقل کیا تھا جسمین بالصراحت درج تھا کہ
کہ یوز آسف اس نبی کا نام ہی جو سید نصیر الدین کی قبر کے متصل مدفون ہی مین وہ الفاظ دوبارہ ناظرین
کے ملاحظہ کے لئے درج کرتا ہون تا ان پر پادری صاحب کا جھوٹ اچھی طرح روشن ہو جائے - تاریخ اعظمی کی
اصل عبارت فارسی مین ہی اسکا اردو ترجمہ حسب ذیل ہی - سید نصیر الدین کے مزار کے پاس جو دوسری قبر
ہے عام خیال ہی کہ یہ ایک پیغمبر کی قبر ہے ..... ایک شہزادہ کسی اور ملک سے آیا تھا اور زہد اور تقوے
اور ریاضت اور عبادت مین وہ کامل درجہ پر تھا وہی خدا کیطرف سے نبی ہوا اور کشمیر مین آکر کشمیریون کی
دعوت مین مشغول ہوا - ان کا نام یوز آسف ہی اور اکثر صاحب کشف خصوصاً ملا عنایت اللہ جو راقم کا
مرشد ہی فرما گئے ہین کہ اس قبر سے برکات نبوت ظاہر ہو رہے ہین +

پادریصاحب چار غلط بیانیونکے مرتکب ہوئے ہین - اول اہل سرینگر کی گواہی کو بگاڑ کر پیش کیا -
دوم - اپنے پہلے بیان کی خود تردید کی - پہلے کہا کہ بڑی قبر والے کا نام یوز آسف ہے اور چھوٹی قبر والے کا
نام سید نصیر الدین - دوسرے بیان مین کہا کہ بڑی قبر والے کا نام سید نصیر الدین ہی - سوم جب انکی یہ
غلط بیانیان ظاہر کی گئین - اور ان سے جواب طلب کیا گیا تو جواب نہ بن پڑا مگر پھر بھی عنوان مین سید
نصیر الدین کا نام لکھنے سے باز نہ آئے - چہارم تاریخ اعظمی کشمیر نے صاف قبر کا حوالہ دیا ہی اور مین نے تاریخ اعظمی
کی عبارت بھی پیش کی مگر پھر بھی پادریصاحب نے اخبار اپی فینی کے پڑھنے والونکو یہ کہکر دھوکہ دینا چاہا
کہ تاریخ اعظمی مین یوز آسف کا نام تو ہی مگر اس قبر کا ذکر نہین کیا پادریصاحب ان چار الزامون سے اپنی تئین
بری ثابت کر سکتے ہین - غرض صرف اہل کشمیر کی زبانی شہادت سے ہی معلوم نہین ہوتا کہ اس قبر و
نام یوز آسف ہی بلکہ کشمیر کی تواریخ مین بھی اس قبر والیکا یہی نام درج ہی اور تاریخ اعظمی جسکا مین نے
دیا ہی قریباً دو سو برس کی کتاب ہی - اسی پر بس نہین ایسی کتابونمین بھی اس قبر کا صریح ذکر پایا جاتا ہ
جنکو لکھے ہوئے ہزار برس کے قریب گذر گیا ہی - مین نے اپنی پچھلی چھٹی مین کتاب اکمال الدین کی اصل
عربی عبارت درج کی تھی جسمین لکھا ہی کہ حضرت یوز آسف کشمیر مین آئے اور اسجگہ وفات پائی اور اپنے
شاگرد کو وصیت کی کہ میرے لئے ایک مقبرہ تیار کرنا - معلوم ہوتا ہی کہ انہون نے مقبرہ کے لئے بالخصوص
اسلئے وصیت کی تا انکا مقبرہ ایک زمانہ تک قایم رہے اور آنے والی نسلون کیلئے ایک عظیم الشان راز کے
کھلنے کا ذریعہ ہو کیونکہ معمولی قبرین تو جلد زمین کے ساتھ ملجاتی ہین اور مقبرونکی عموماً حفاظت کیجاتی ہے

اور وہ ایک زمانہ تک قائم رہتے ہین چنانچہ آخر حضرت مسیح کے کشمیر مین آنیکا پتہ اول اول اسی مقبرہ کے ذریعہ سے ملا تعجب کی بات ہی کہ سینٹ جوزآفٹ کے قصہ مین بھی حضرت یوزآسف کے کشمیر مین آنے اور اسی جگہ وفات پانیکا صریح ذکر ہی + چنانچہ مسٹر جوزف جیکبس اپنی کتاب "جوزآفٹ اور برلام" کے صفحہ ۱۰۵ پر پرانے نسخون کے حوالے سے بیان کرتا ہی کہ یوزآسف آخر کشمیر پہنچتا ہی جہانکہ وہ اپنا سر مغرب کیطرف کرتا ہے اور اپنے پاؤن مشرق کیطرف کرتا ہی اور اپنے شاگرد کو برکت دینے کے بعد مرجاتا ہی + غرض نہ صرف موجودہ زمانہ کے لوگ بالاتفاق شہادت دیتے ہین کہ یہ شہزادہ نبی یوزآسف کی قبر ہی بلکہ کشمیر کی تاریخین بھی یہی شہادت دیتی ہین اور یوزآسف کے قدیم قصے بھی یوزآسف کے کشمیر مین آنے اور یہان انکا مقبرہ بنائے جانیکا ذکر کرتے ہین۔ اس سے بڑھکر اب پادری وائیٹ برکٹ صاحب اس امر کا کیا ثبوت مانگتے ہین کہ یہ نبی یوزآسف کی قبر ہے اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ درحقیقت یہ نبی یوزآسف کی قبر ہے تو یہ خیال باطل ہوگیا کہ یوزآسف اور گوتم بدھ ایک ہی ہین اگر پادری صاحب ثابت کرنا چاہتے ہین کہ یوزآسف اور ساکی منی ایک ہی شخص کے دو نام ہین تو انکو چاہیئے کہ پہلے یہ ثابت کرین کہ یہ قبر نبی یوزآسف کی قبر نہین ہے۔ علاوہ ازین جن امور کی بنا پر یوزآسف اور بدھ کو ایک ہی شخص خیال کیا جاتا ہی ان کی تردید ان نئے امور سے ہوتی ہی جو اب یوزآسف کی نسبت معلوم ہوگئے ہین یعنی یہ کہ وہ ایک نبی تھا جو مغرب کیطرف سے آیا اور اسکو آئے قریبًا ۱۹۰۰ برس ہوئے ہین پس جن امور کی بنا پر یوزآسف اور بدھ کو ایک ہی شخص مانا گیا تھا جب ان امور کی دوسرے پہلو سے تردید ہوگئی تو انکا اعتبار جاتا رہا اور غیر معتبر واقعات کی بنا پر کوئی نتیجہ نکالنا عقلمندی سے بعید ہی

جس طریق سے یہ ثابت کیا گیا ہی کہ یوزآسف لفظ . . . . بودی ستوا سے بگڑکر بنا ہی اسکی نسبت بھی کچھ کہنا چاہتا ہون۔ اس امر سے بعض لوگون نے بہت تعجب ظاہر کیا ہی کہ قصہ تو ہندکا ہی اور اس مین نام اسرائیلی ہین اسلیئے بعض نے اس امر کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہی کہ یہ نام بہت ہندی نامون سے بگڑکر بنے ہوئے ہین اس امر کے لئے انکو عربی اور فارسی حروف کی شکلون نے بہت مدد دی ہے۔ عربی ابجد کے اکثر حروف ایک دوسرے سے بہت مشابہت رکھتے ہین صرف نقطونکے ذریعہ سے ایسے حروف مین تمیز کیجاتی ہی ہم مثال کیطور پر لفظ یوزآسف کا ہی پہلا حرف لیتا ہون اگر اسکے نقطونکو نظر انداز کیا جاوے تو ہم اس حرف کو عربی مین - با - تا - ثا - لام - نون - یا - چھ مختلف طریق سے پڑھ سکتے ہین اور فارسی مین آٹھ طریق پر - یعنی علاوہ مندرجہ بالا حروف کے پ یا ٹ بھی پڑھ سکتے ہین یہی حال قریبًا کل حروف کا ہی انکین بھی صرف نقطونکے ذریعہ سے تمیز کیجاتی ہی ان حروف کی مشابہت نے ان لوگونکو بہت مدد دی ہے جنھون نے قصہ یوزآسف کے عبرانی نامونکو ہندی بناکر دکھانا چاہا ہے اسی طریق سے انہون نے یوزآسف کو

بودی سنتوا بناکر دکھایا ہے۔ حروف علت کو چھوڑ کر ان دو لفظوں مین صرف ایک ہی حرف مشترک ہے یعنی س۔ اور یہ دونون لفظ بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہین مگر ایک نرالے رنگ سے ان دونون لفظونکو ایک ثابت کیا ہے۔ اوّل تو یا کے ایک نقطہ کو اڑا دیا پھر ذال کا نقطہ اڑا کر اسکو دال بنا لیا۔ اور آخری فا کی جگہ واو رکھدیا پھر پادری وائیٹ برکٹ صاحبنے ایک اور کمال کیا ہے انہون نے آخری حرف سے پہلے ایک تا اپنی جیب خاص سے نکال کر رکھدی ہے اور ایسے ہی کچھ اور تغیر کرکے یوز آسف کو بودی ستوا بنا لیا ہے مگر سوال یہ ہے کہ جب حروف کی تمیز کا مدار ہی نقطون پر ہے تو کیا ہم اپنی مرضی سے نقطونکو اڑا سکتے ہین۔ اگر پادری صاحب سمجھتے ہین کہ کاتبون نے غلطی سے نقطے بڑھا دئیے ہین تو انکو کوئی صحیح نسخہ بھی پیش کرنا چاہیئے جس مین صحیح نام لکھا ہوا موجود ہو۔ اگر کاتبون کی طرفسے کوئی غلطی ہوتی تو وہ نقطہ نہ دینے مین ہونی چاہیئے تھی نہ کہ زائد نقطے ڈالنے مین کیونکہ ایسا اتفاق کم ہوتا ہے۔ کہ کاتب اپنی طرفسے لفظ یا حرف یا نقطے بڑھا دیوے۔ اگر وہ غلطی کرتا ہے تو وہ عموماً یہ ہوتی ہے کہ وہ کوئی لفظ یا حرف چھوڑ دیتا ہے۔ پھر اگر کاتبنے غلطی کی تھی تو ایک حرف مین کرتا یہ کس طرح ہو گیا کہ یوز آسف مین تین حرف نقطہ دار ہین اور تینون پر ہی نقطہ ڈالنے مین اس نے غلطی کی۔ پھر اگر ایک دفعہ غلطی کر چکا تھا تو ساری کتاب مین وہ کس طرح غلطی کرتا گیا اور اپنی غلطی پر متنبہ نہ ہوا۔ ہان ایک صورت ہے جس سے یہ ماننے مین آسکتا ہے کہ صحیح نام بودی ستوا ہی ہو اور غلطی سے یوز آسف لکھا گیا ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ یوز آسف کے قصے جو عربی وغیرہ زبانون مین موجود ہین یہ سب تراجم ہین پادری صاحب کے نزدیک اصل قصہ کسی ہند کی زبان سنسکرت یا پالی وغیرہ مین تھا۔ اگر وہ ثابت کرنا چاہتے ہین کہ صحیح لفظ بودی سنتوا ہے مترجم نے غلطی سے بودی سنتوا کی جگہ یوز آسف لکھ دیا تو وہ یہ دکھائین کہ سنسکرت یا پالی مین بودی ستوا کا لفظ اس طرز سے لکھا جاتا ہے کہ اسکو آدمی بودی ستوا بھی پڑھ سکتا ہے اور یوز آسف بھی پڑھ سکتا ہے تب ہم قبول کرینگے کہ مترجم نے لفظ بودی ستوا کے پڑھنے مین غلطی کی ہوگی اور اسکی جگہ یوز آسف لکھدیا ہوگا۔ جب مین نے کہا کہ یوز آسف اصل یسوع آسف ہے تو پادری صاحب اعتراض کرتے ہین کہ یوز یسوع کا بگڑا ہوا نہین ہو سکتا کیونکہ لفظ یوز مین ع نہین جو یسوع مین ہے اور آپ یوز آسف کو بودی سنتوا سے بگڑا ہوا قرار دیتے ہین اور یہ نہین دیکھتے کہ ان دونون لفظون مین حروف علت کو چھوڑ کر سوائے ایک حرف کے کوئی اور حرف مشترک نہین۔ پہلے پادری صاحب ذرا خود عین بول کر دکھائین پھر ہندیونکو ملامت کرین کہ وہ یسوع کا آخری عین کیون کھا گئے یہ بھی تو آپ کے بھائی ہی ہین۔ اب بھی آپکے انجیلی مناد اگرچہ لکھنے مین تو دیکھا دیکھی یسوع لکھتے ہونگے مگر بولنے مین تو یسو یسو ہی پکارا کرتے ہین تو کیا ہم خیال کر لین کہ یہ شخص اس یسوع کی منادی نہین کرتے ہین جسکے نام مین ع ہے کسی اور شخص یسو نامی کا وعظ کرتے ہین۔

پادریصاحب کو معلوم ہوگا کہ انگریزی مین تو عین کے مقابل کوئی حرف ہی نہین اگر یسوع کو انگریزی حروف مین لکھنا ہو تو یسو ہی لکھینگے یسوع نہین لکھ سکتے۔ پادریصاحب بھی اپنی انگریزی چھٹی مین یسو ہی لکھتے ہین۔ پادریصاحب یسوع کے یوز بن جانے پر تعجب کرتے ہین ہند کے مشہور شاعر فیضی کا مصرع پڑھیین۔ سہ اے نام تو یوز و کرستو + اس نے تو یوز بھی نہ رہنے دیا۔ یوز و بنا دیا۔ پھر مین لفظ یوز آسف اور بودی ستوا کیطرف عود کرکے کہتا ہون کہ صحیح نام یوز آسف ہی ہی اہل کشمیر نے بھی ہمکو یوز آسف ہی نام بتایا عربی ترجمون اور دوسرے نسخون مین بھی ہم نے یوز آسف ہی لکھا ہوا پایا۔ جدھر سے یہ نام نکلتا ہی یوز آسف کی ہی شکل مین نکلتا ہی پھر ہم کس طرح پادریصاحب کے کہنے سے مان لین کہ یہ لفظ اصل مین بودی ستوا ہے۔ بلکہ عام ناخواندہ لوگ تو یوس آسف ہی بولتے ہین جس سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ یہ نام اصل مین یسوع آسف ہی ہی۔

اب مین پادری صاحب کے دوسرے سوال کو لیتا ہون وہ کہتے ہین کہ اگر یوز آسف انجیل کا وعظ کرتے تھے اور انجیلی مثالین سناتے تھے تو کس طرح ثابت ہوگیا کہ وہ خود حضرت مسیح ہی تھے ممکن ہی کہ آپکا کوئی شاگرد ہو۔ اناجیل سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت مسیح صلیب کے واقعہ کے بعد بھی اس زمین مین زندہ پھرتے رہے اسمین تو شک نہین کہ انکو ایک قبر مین رکھا گیا۔ جو ایک چھوٹے سے کمرے کے مشابہ تھی اور انکے ایک شاگرد یوسف کے باغ مین واقع تھی اور اسقدر وسیع تھی کہ چند آدمی اسمین سما سکتے تھے۔ مگر تیسرے دن دیکھا گیا کہ پتھر جو اس قبر کے منہ پر تھا وہ ہٹا ہوا ہے اور حضرت مسیح قبر مین نہین ہین۔ پھر مسیحؑ اس باغ مین دیکھے گئے کہ انہون نے ایک باغبان کا بھیس بدلا ہوا ہی اور انکے کفن کے کپڑے قبر ہی مین پڑے پائے گئے۔ اسمین شک نہین کہ انکے شاگرد یوسف کے مالیون نے آپکو کپڑے بھیس بدلنے کیلئے دئے ہونگے پھر آپنے اسی بھیس مین اپنے وطن کیطرف سفر کیا اور راستے مین کچھ فاصلہ تک اپنے دو شاگردون کی ہمراہی مین چلتے گئے مگر اپنا چہرہ لپیٹ کر اور شام کے قریب انکو پتہ دیا کہ مین مسیح ہی ہون جو قبر سے زندہ نکلکر آیا ہون اپنے دوسرے شاگردون سے بھی ملے مگر خلوت مین اور انکو یقین دلایا کہ مین زندہ ہون۔ انجیل مین لکھا ہی کہ شاگرد انکو دیکھ کر ڈر گئے اور سمجھا کہ ہم بھوت کو دیکھ رہے ہین اور حضرت مسیح نے انکو کہا کہ کیون تم گھبراتے ہو اور کیون تمہارے دلون مین شک پیدا ہوتے ہین میرے ہاتھون اور میرے پاؤن کو دیکھو کہ مین خود ہی ہون مجھے ہاتھ لگاکر دیکھو روح پر گوشت اور ہڈیان نہین ہوتین اور یہ کہکر انہون نے اپنے ہاتھ اور پاؤن دکھلائے اور جب پھر بھی شاگردون نے تعجب کیا اور حیران ہوئے تو انہون نے فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ کھانیکی چیز ہی اور شاگردون نے انکو ایک بھونی ہوئی مچھلی کا ٹکڑا دیا۔ انہون نے لیا اور انکے سامنے کھایا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت مسیح اسی عنصری جسم کے ساتھ قبر سے زندہ نکلے + اب ہمین ان حالات پر نظر کرنی چاہئے جو انکے قبر مین رکھا جانیسے پہلے گذرے اور دیکھنا چاہئے کہ پہلے واقعات سے کیا ظاہر ہوتا ہی آیا یہ کہ وہ یقینی طور پر

مردہ تھے جب وہ قبر مین رکھے گئے یا ان کی موت ظنی تھی مگر جب واقعات پر ہم نظر ڈالتے ہین تو صاف معلوم ہوتا ہی کہ جس چیز کو موت سمجھا گیا وہ ایک ظنی موت تھی یقینی موت نہ تھی۔ مثلاً اول تو وہ صلیب پر صرف تین گھنٹہ لٹکے رہے جس سے موت واقع نہین ہو سکتی تھی اور جو دو شخص انکے ساتھ لٹکائے گئے تھے وہ بالکل زندہ پورے ہوش و حواس کے ساتھ صلیب سے انکے ساتھ اترے۔ پھر ان چورونکی توہڈیان توڑی گئین اور حضرۃ مسیح کی ہڈیان بھی کسی نے نہ توڑین اور جب پلاطوس نے سنا کہ مسیح مر گیا ہی تو اس نے سخت تعجب کیا کہ وہ ایسی جلدی کس طرح مر گئے اور تاریخ سے ثابت ہی کہ کئی کئی دن تک بھی آدمی صلیب پر نہین مرتے تھے ان واقعات سے ایک با انصاف انسان ضرور یہ نتیجہ نکالتا ہی کہ اسکی موت یقینی نہین تھی بلکہ ایک شکی امر تھا۔ پھر برچھی چبھونے سے خون بھی نکل آیا۔ ایکطرف تو ہم یہ واقعات دیکھتے ہین اور دوسریطرف ہم دیکھتے ہین کہ یہی شخص پھر اپنی قبر سے نکل بھی گیا اور اپنی زندگی کا لوگونکو یقین دلایا۔ اب ہم ان واقعات کے مجموعے سے کیا نتیجہ نکال سکتے ہین کہ وہ زندہ تھا جب وہ قبر مین رکھا گیا اور زندہ ہی نکل آیا۔ مین پادریصاحب سے پوچھتا ہون کہ یہی واقعات کسی اور شخص کے پیش آوین تو وہ کیا نتیجہ نکالین گے ایسا بارہا اتفاق ہوتا ہے کہ وہ لوگ ایک شخص کو مردہ یقین کر لیتے ہین اور جب پھر اسمین زندگی کے آثار ظاہر ہوتے ہین تو وہ اپنے پہلے خیال کو غلط قرار دیتے ہین اور سمجھ لیتے ہین کہ جس چیز کو انہون نے موت سمجھا تھا وہ حقیقی نہین تھی۔ مگر حضرت مسیح کا معاملہ تو بڑا صاف ہے ایکطرف انکی موت کا قطعی ثبوت نہین بلکہ ان کی زندگی کے دلایل نہایت قوی ہین اور لوگونکا اظہار تعجب موجود ہے دوسریطرف انکا زندہ نکلنا پھر ثابت ہے پھر ہم کیونکر سمجھ لین کہ مر تو گئے تھے مگر پھر جی اٹھے۔ کیا پادری صاحب انکی قبر مین موجود تھے اور انکو دیکھ رہے تھے جب انکے جسم مین دوبارہ روح داخل ہوئی تھی لوقا۔ باب ۲۴۔ آیت ۲۲ و ۲۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی حضرت مسیح قبر مین ہی تھے اور عیسائیونکی کج فہمی کے بموجب مردہ پڑے تھے کہ بعض عورتونکو فرشتہ نے خواب مین آکر کہا کہ وہ زندہ ہین حضرۃ مسیح عیسائیونکے خیال کے بموجب تیسرے دن صبح تڑکے جی اٹھے اور رات کو فرشتہ نے آکر کہا کہ وہ زندہ ہین اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ قبر مین زندہ ہی تھے کیونکہ فرشتون نے اسوقت کہا کہ وہ زندہ ہین جبکہ وہ ابھی قبر مین پڑے تھے اور ابھی قبر سے خروج نہین کیا تھا۔ علاوہ ازین جب کسی شخص کی نسبت کہا جاوے کہ وہ زندہ ہی اسکے یہی معنی ہوتے ہین کہ اس نے ابھی تک موت کا پیالہ نہین پیا۔ اسی طرح فرشتہ کے الفاظ کے بھی یہی معنے کرنے چاہئیے۔ کہ حضرت مسیح نے ابھی تک موت کا مزہ نہین چکھا تھا۔ چند سال ہوئے کہ خود پادری صاحب نے اخبار اپی فینی مین ایک شخص رفیع الدین احمد کے بیان کی تردید مین لکھا کہ ڈاکٹر مارٹن کلارک صاحب امرتسری زندہ ہی اسوقت پادریصاحب کا کیا مطلب تھا کیا یہ کہ وہ مر گیا تھا اور پھر زندہ ہو گیا یا یہ کہ ابھی تک نہین مرا۔ ایسا ہی فرشتہ نے عورتونکے خیال کی تردید مین کہ حضرت مسیح مر گئے ہین یہ کہا کہ وہ زندہ ہی۔ پادری صاحب آپ ہی

فرماوین کہ فرشتے کے الفاظ کے کیا معنے کرنے چاہیئے - پھر لکھا ہی کہ جب عورتین قبر پر گئین تو انکو کہا گیا کہ تم کسکو ڈھونڈتی ہو تو انہون نے کہا کہ مسیح کو تو انکو جواب ملا کہ تم زندہ کو مردون مین کیون ڈھونڈتی ہو - اسکے بھی یہی معنے ہین کہ مسیح مرے نہین تھے - بلکہ زندہ تھے -

عیسائی یہ کہکر کہ حضرت مسیح مردہ تھے جب قبر مین رکھے گئے صرف ایک غیر معقول اور بے بنیاد بات ہی نہین کرتے بلکہ ایسا کہکر حضرت مسیح کے ایک معجزہ کا بھی انکار کرتے ہین - حضرت مسیح نے فرمایا کہ حرامکار لوگ مجھ سے نشان مانگتے ہین ان کو کوئی نشان نہین دکھلایا جاویگا سوائے حضرت یونس نبی کے نشان کے - مگر حضرت یونس تو زندہ تھے - جب مچھلی کے پیٹ مین داخل ہوئے اور زندہ ہی اسکے اندر رہے - اور زندہ ہی مچھلی کے منہ سے نکلے - اب مشابہت چاہتی ہے کہ اسی طرح حضرت مسیح بھی زندہ ہی قبر مین رکھے گئے ہون - قبر کے اندر بھی زندہ ہی رہے ہون اور زندہ ہی باہر نکلے ہون - جب پلاطوس کے آگے حضرت مسیح کا مقدمہ پیش تھا تو اس کی بیوی کو ایک فرشتہ نے آکر کہا ایسا نہ ہو کہ تیرا خاوند حضرت مسیح کو قتل کرے - اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا ارادہ حضرت مسیح کو بچا لینے کا تھا ورنہ فرشتہ کے بھیجنے کے کیا معنے - اور خود بائیبل سے ثابت ہی کہ جس غرض کے لئے خدا تعالے فرشتہ بھیجتا ہے وہ غرض پوری ہی ہوکر رہتی ہے اور بے شک حضرت مسیح کا صلیب پر چڑھکر اور دشمنون کے پنجہ مین آکر پھر بچ نکلنا انکا ایک نشان تھا اور خدا تعالی کی باریک تدبیر و نکا ایک نمونہ - حضرت مسیح صلیب سے اسی طرح بچے جیسے حضرت ابراہیم آگ سے محفوظ رہے اور جیسا بڑے بڑے انبیا کو ایک ہجرت کرنی پڑی ایسا ہی حضرۃ مسیح کو بھی شام سے ہجرت کرنی پڑی اور بھی کئی امور ہین جو اس امر کی تائید کرتے ہین کہ حضرۃ مسیح صلیب سے بچ نکلے مثلاً پلاطوس کی خواہش کہ حضرت مسیح قتل نہ کئے جاوین اور نہایت قرین قیاس ہی کہ اس نے اپنے افسرون کو پوشیدہ ہدایتین دی ہون - چنانچہ جب اتارے گئے تو سپاہیون نے دوسرے چورون کی ہڈیان تو توڑ دین مگر عمداً حضرت مسیح کی ہڈیان نہ توڑین - آج کل تو عیسائی یہودیون کی طرح افسوس کرتے ہونگے کہ کاش کہ حضرت مسیح کی اسوقت ہڈیان توڑ دیجاتین تا یہ جھگڑا پیدا نہ ہوتا - اندر اندر سپاہیون اور پلاطوس کو کوستے کہ کیون انہون نے حضرۃ مسیح کے بچانے کی کوشش کی - اور ہمکو مصیبت مین ڈالا - اسی وقت فیصلہ کیون نہ کر دیا - پھر پلاطوس نے حضرت مسیح کا جسم انکے ایک دولتمند شاگرد کے حوالہ کر دیا اور یہودیون کے سپرد نہ کیا - پھر مسیح کا مالی کے کپڑے پہننا بھی گواہی دیتا ہے کہ انکے بچانے کے لئے ایک پوشیدہ سازش تھی - کیونکہ یہ کپڑے انکو ضرور مالیون سے ملے ہونگے - اگر حضرت مسیح کا جسم اسی خاک کا تھا - تو اس مین بھی شک نہین کہ یہ کپڑے بھی کھدڑ کے تھے اگر حضرت مسیح مر کر جی اٹھے تھے - تو چاہئے تھا کہ بڑی

شان و شوکت کے ساتھ اٹھتے اور زرق برق آسمانی لباس مین دشمن و دوست کے سامنے آسمان کیطرف صعود فرماتے - یہ کیا وجہ کہ مایوسانہ بھیس بدلا - اپنے چہرے کو لپیٹ کر پھرتے رہے اور آسمان پر بھی چڑھے تو خفیہ ہی چڑھ گئے انجیل نویسون کے سوا کوئی گواہی نہین دیتا کہ مین نے ایک شخص آسمان پر چڑھتے ہوئے دیکھا - جس پہاڑ سے آسمان پر چڑھے تھے اگر وہان کا کوئی گڈریا ہی گواہی دیدیتا کہ مین نے ایک شخص کو اوپر چڑھتے ہوئے دیکھا تو بھی ہم قبول کر لیتے تعجب ہے کہ ایک پتنگ کو تو ہزار ون آدمی دیکھ لیتے ہین مگر ایک انسان کو کسی نے نہ دیکھا مین پادری صاحب سے پوچھتا ہون کہ اگر مسیح کا کوئی آسمان پر جانا نہ مانے تو اسکا کیا قصور پھر تم کیون کہتے ہو کہ جو شخص حضرت مسیح کے آسمانی پرواز کو نہ مانے گا وہ دوزخ کا ایندھن ہوگا +

غرض عیسائیون کا اس امر کو قبول کر لینا کہ حضرت مسیح اسی خاکی جسم کے ساتھ قبر سے نکلے اور اپنے شاگردون کو ملے - اور ۴۰ دن تک ملک شام مین پھرتے رہے اور کباب شراب کھاتے پیتے رہے انکے اعتقاد کے لئے بڑا مضر ہے کیونکہ اب کوئی نہین مان سکتا کہ وہ اسی خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے - گوشت اور ہڈیان آسمان کیطرف چڑھ نہین سکتین خواہ وہ خدا کی ہی ہڈیان اور گوشت کیون نہ ہون - اب عیسائیون کو چاہئے کہ انکے لئے کوئی اسی زمین پر جگہ تلاش کرین اگر ہمین نہ بھی پتہ ملتا کہ اسکے بعد حضرت مسیح کدھر گئے - اور کہان انہون نے باقی دن کاٹے تو بھی ہم یہ تو قبول نہین کر سکتے تھے کہ وہ آسمان کیطرف اڑ گئے کیونکہ آسمان پر گوشت اور پوست کیلئے کوئی جگہ نہین - باپ کے تخت پر بھی ہڈیون اور چمڑے کے لئے کوئی جگہ نہین نہ اسکے دائین ہاتھ کوئی جگہ ہے نہ بائین ہاتھ - ضرور وہ خاکی جسم اسی زمین مین رہا ہوگا اور کسی نے اسی مٹی مین گاڑا ہوگا - کسی کا مفقود الخبر ہو جانا اس امر کی دلیل نہین کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا - مگر عیسائیون کی بدقسمتی سے اب یہ بھی پتہ لگ گیا ہے کہ وہ کس طرف گئے + حضرت مسیح اپنے واقعہ کو حضرت یونس کے واقعہ سے مشابہت دیتے ہین اور حضرت یونس کو جب مچھلی نے اگل کر نکالدیا تو خدا نے انکو حکم دیا کہ اٹھ اور اس بڑے شہر نینوہ کیطرف جا اور میرے حکم کے مطابق انکو تبلیغ کر - اسلئے مشابہت چاہتی ہے کہ حضرت مسیح بھی حضرت یونس کیطرح قبر سے نکلکر کسی قوم کیطرف بھیجے گئے ہون - وہ کل قوم بنی اسرائیل کیلئے نبی ہو کر آئے تھے - نہ کہ کسی خاص فرقہ بنی اسرائیل کیلئے - مگر شام مین صرف دو فرقے موجود تھے - اور باقی دس قومین جلاوطن ہو کر مشرق مین آباد ہو گئی تھین اور یہ ثابت شدہ امر ہے کہ افغان اور کشمیری اسرائیلی ہین - اور حضرت مسیح کا فرض تھا کہ انکو بھی وعظ کرتے - کشمیر کے لوگ بالاتفاق یہ گواہی دیتے ہین کہ جو شخص سرینگر محلہ خانیار کے مزار مین مدفون ہے وہ ایک شہزادہ نبی تھا جو مغرب کیطرف سے آیا اور یہین وفات پائی اور یہ بھی شہادت ملی ہے کہ اسکو آئے قریباً ۱۹۰۰ برس ہوگئے کشمیر کی تاریخی کتابین بھی یہی گواہی دیتی ہین - یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ اسکی کتاب کا نام بُشری تھا - جو انجیل کا عبرانی نام ہے اور وہ انجیلی تعلیم اور انجیلی مثالین بھی سنایا کرتا تھا چنانچہ یوز آسف کے قصہ مین کسان کی مثال بھی درج ہے جو اناجیل کی طرح کرتا تھا اور اپنی تعلیم کا نام انجیل رکھتا تھا + والسلام علی من اتبع الہدیٰ + آپکا تابعدار شیر علی از قادیان +

"حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تاکیدی ارشاد کا اعادہ"

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جن پرزور تاکیدی الفاظ میں ایک نور عرفان سی بھرے ہوئے لب ولہجہ سے اپنی احمدی جماعت کے پرجوش و مخلص جوانمردوں کو کثرت اشاعت رسالہ میگزین کیطرف ملتفت کرنا چاہا تھا وہ برکت مجسم و پرشوکت الفاظ تو خوابیدگان خواب غفلت کے بیدار کرنے کے لئے کافی تھے چہ جائیکہ اپنی جماعت کے باخبر۔ باہمت و اخلاص مند احباب اپنے پیارے امام صادق و مامور برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی بجاآوری میں تساہل و تکاہل سے کام لیتے۔ خداتعالےٰ کے فرستادہ کی زبان دُرفشان سے ان سراپا برکت خیز و تبشیر و تنذیر آمیز الفاظ کا نکلنا کہ "میں پورے زور کے ساتھ اپنے مخلص جوانمردوں کو اسطرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اشاعت و اعانت میں جہانتک اُنسے ممکن ہو ہمت دکھلاویں" کیا کچھ کم توجہ طلب و کم وزن دار تھے اور سعادت کیش احباب کے دلوں کو اپنی تعمیل کیطرف کھینچنے کے لئے کچھ کم اثر مقناطیسی رکھتے تھے حضرت اقدس نے اس تاکیدی ارشاد میں کھول کھولکر زور سے توجہ دلاکر فرمایا ہی کہ "اے جماعت کے سچے مخلصو! تم اس رسالہ کی اعانت کے لئے ہمت کرو میں بار بار کہتا ہوں کہ اس خدمت میں جان توڑ کوشش کرو یہی وقت خدمت گذاری کا ہی" پھر ساتھ ہی بشارت دی ہی کہ "جو کوئی میری موجودگی میں میری اس غرض میں مدد دیگا وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہوگا اسکے مال میں برکت ہوگی اور عمر میں زیادہ ہوگی"۔ انسان اس دارالابتلا میں اپنے حسن خدمات و حسن کردار کا اس سے بڑھکر اور کیا صلہ حاصل کرسکتا ہی؟ اگرچہ اس تاکید اکید کے بعد کسی دیگر بیرونی تحریک یا تاکید یا یاددہانی کی ضرورت نہ تھی۔ اور نہ ہونی چاہیے مگر پھر بھی ہمنے بدین خیال کہ کوئی بھائی اس نور خیز حکم کی بجاآوری سے قاصر رہکر ثواب و مفاد دارین سے محروم نہ رہے حتی الوسع پہلے بھی اس ارشاد حضرت اقدس کو جملہ برادران کی کانوں تک پہونچانیکی بڑی جدوجہد کی ہی اور اب بھی الاعمال بالنیات کے اصول پر وہی سعی کیجاتی ہی اب وقت ہی کہ اپنے پیارے امام صادق کے فرمان پر جان قربان کردینے والے دل اس خاص خدمت کی وقت پر قدر کرکے سابق بالخیرات بنیں اور حسنات دارین کی وراثت سے حصہ لیکر اس چندروزہ قیام گاہ سے فایز المرام رخصت ہوں۔ اور تخلیق انسانی کی اصل غرض کو پورا کریں۔ اللہ کرے جملہ سعید الفطرت رحیمین مامور و مرسل برحق کے اس تاکیدی فرمان پر اپنا روح و روان نثار کرتے ہوئے اس یگانہ ذات مقتدر رب الافواج کے آستانہ کی حقیقی و ملیز بنکر دین و دنیا و مافیہا کی نعمت غیر مترقبہ سے بہرہ اندوز ہوں آمین ثم آمین۔

منیجر

"تعلیم الاسلام کالج قادیان"

یکم جون سنہ ۱۹۰۴ء سے ہر دو کلاس ایف اے کی جماعت بندی ہوکر تعلیم شروع ہوجاویگی ہر مذہب ہر فرقہ کے طلباء تعلیم پاسکتے ہیں بسر دست ایکسال کیلئے فیس معاف رہیگی۔ انگریزی و ریاضی کی علاوہ دینیات و عربی و فارسی و فلاسفی و ہسٹری کی تعلیم کا بھی انتظام کیا گیا ہی اس خاص رعایت سے مستفید ہونیکے خواہشمند طلباء خصوصاً جنہوں نے حال ہی میں انٹرنس پاس کیا ہی جلدی کالج میں پہونچنے کی سعی کریں بصورت توقف ہرج تعلیم کا خطرہ ہی۔ والسلام۔ مولوی شیر علی پرنسپل تعلیم الاسلام کالج قادیان

ضروری استدعاء

جن جن برادران طریقت کو کسی انگریزی دوائی پیٹنٹ یا غیر پیٹنٹ کی ضرورت ہو یا وہ کوئی انگریزی نسخہ تیار کروانا چاہیں اور اپنے مقامی اسٹیشن میں کسی انگریزی دوا خانہ کے نہ ہونیکے باعث انہیں کسی اور شہر سے ادویات منگوانی پڑیں وہ بجائے کسی اور جگہ لکھنے کے ادویات فرانٹیر میڈیکل ہال پشاور بازار قصہ خوانی سے منگوائیں - یہ دکان میرے متعلق ہے انہیں نقصان نہیں اور دکان کا فائدہ اور ایک بھائی کی مدد ہے +

المشتہر خواجہ کمال الدین وکیل پشاور

اطلاع :- جناب ابو سعید صاحب عرب احمدی بحکم الہ دادا الالابار مرنیا بہو پہنچ گئے ہیں - انکے جملہ احباب خصوصاً انکو بڑھانے دوست انکے نام خط کتابت قادیان ضلع گورداسپور کے پتہ پر کریں +

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں باہتمام حکیم مولوی فضل دین صاحب طبع ہوا +